هفت روزه

الفضل

انٹرنیشنل

مدیر اعلیٰ :– نصیر احمد قمر

جلد12 | جمعۃ المبارک 25/مارچ 2005ء | 14/ صفر 1426ہجری قمری ۞ 25/امان 1384 ہجری شمسی | شمارہ 12

بھوک سے پناہ مانگنے کی دعا

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ یہ دعا کرتے تھے۔اے اللہ میں بھوک سے تیری پناہ مانگتا ہوں کیونکہ یہ بہت ہی بُرا ساتھی ہے اور میں تجھ سے خیانت سے بھی پناہ مانگتا ہوں کیونکہ اس سے برا انسان کا دوست اور کوئی نہیں ہوسکتا۔

(سنن ابی داؤد تفریع ابواب الوتر باب الأستعاذة)

﴾ارشادات عالیہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام﴿

خدا سے ڈرنے والے ہرگز ضائع نہیں ہوتے

’’دنیا چندروزہ ہے۔شہادت کو چھپانا اچھا نہیں۔دیکھو بادشاہ کے پاس جب کوئی تحفہ لے کر جائے مثلاً سیب ہی ہو اور سیب ایک طرف سے داغی ہو تو وہ اس تحفہ پر کیا حاصل کرسکے گا۔مخفی ہونے میں بہت سے حقوق تلف ہوجاتے ہیں۔مثلاً نماز باجماعت، بیمار کی عیادت، جنازہ کی نماز، عیدین کی نماز وغیرہ یہ سب حقوق مخفی رہ کر کیونکر ادا کئے جاسکتے ہیں۔مخفی رہنے میں ایمان کی کمزوری ہے۔انسان اپنے ظاہری فوائد کو دیکھتا ہے مگر وہ بڑی غلطی کرتا ہے۔کیا تم ڈرتے ہو کہ سچی شہادت کے ادا کرنے سے تمہاری روزی جاتی رہے گی۔خدا تعالیٰ فرماتا ہے:﴾وَفِی السَّمَآءِ رِزْقُکُمْ وَمَا تُوْعَدُوْنَ۔ فَوَرَبِّ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اِنَّہٗ لَحَقٌّ......﴿(الذاریت:23-24) تمہارا رزق آسمان میں ہے۔ہمیں اپنی ذات کی قسم ہے یہ سچ ہے۔زمین پر خدا کے سوا کون ہے جو اس رزق کو بند کرسکے یا کھول سکے۔فرماتا ہے﴾وَھُوَ یَتَوَلَّی الصّٰلِحِیْنَ﴿(الاعراف: 197)۔نیکوں کا وہ خود والی بن جاتا ہے۔پس کون ہے جو مرد صالح کو ضرر دے سکے؟اور اگر کوئی مصیبت یا تکلیف انسان پر آپڑے﴾وَمَنْ یَّتَّقِ اللّٰہَ یَجْعَلْ لَّہٗ مَخْرَجًا﴿ (الطلاق:3) جو خدا کے آگے تقویٰ اختیار کرتا ہے خدا اس کے لئے ہر ایک تنگی اور تکلیف سے نکلنے کی راہ بنا دیتا ہے اور فرمایا﴾وَیَرْزُقْہُ مِنْ حَیْثُ لَا یَحْتَسِبُ﴿ (الطلاق:4)۔وہ متقی کو ایسی راہ سے رزق دیتا ہے جہاں سے رزق آنے کا خیال وگمان بھی نہیں ہوتا۔یہ اللہ تعالیٰ کے وعدے ہیں۔وعدوں کے سچا کرنے میں خدا سے بڑھ کر کون ہے۔

پس خدا پر ایمان لاؤ۔خدا سے ڈرنے والے ہرگز ضائع نہیں ہوتے۔﴾یَجْعَلْ لَّہٗ مَخْرَجًا﴿۔یہ ایک وسیع بشارت ہے۔تم تقویٰ اختیار کرو۔خدا تمہارا کفیل ہوگا۔اس کا جو وعدہ ہے وہ سب پورا کردے گا۔مخفی رہنا ایمان میں نقص ہے۔جو مصیبت آتی ہے اپنی کمزوری سے آتی ہے۔دیکھو آگ دوسروں کو کھا جاتی ہے پر ابراہیمؑ کو نہ کھا سکی۔مگر خدا کی راہ بغیر تقویٰ کے نہیں کھلتی۔

معجزات دیکھنے ہوں تو تقویٰ اختیار کرو۔ایک وہ لوگ ہیں جو ہر وقت معجزات دیکھتے ہیں۔دیکھو آج کل مَیں عربی کتاب اور اشتہار لکھ رہا ہوں۔اس کے لکھنے میں سطر سطر میں معجزہ دیکھتا ہوں۔جبکہ مَیں لکھتا لکھتا اٹک جاتا ہوں تو مناسب موقع فصیح و بلیغ پُر معانی و معارف فقرات والفاظ خدا کی طرف سے الہام ہوتے ہیں۔اور اس طرح عبارتیں کی عبارتیں لکھی جاتی ہیں۔اگرچہ مَیں اس کو لوگوں کی تسلّی کے لئے پیش نہیں کرسکتا۔مگر میرے لئے یہ ایک کافی معجزہ ہے۔اگر مَیں اس بات پر قسم بھی کھا کر کہوں کہ مجھ سے پچاس ہزار معجزہ خدا نے ظاہر کرایا تب بھی جھوٹ ہرگز نہ ہوگا۔ہر ایک پہلو میں ہم پر خدا کی تائیدات کی بارش ہو رہی ہے۔عجیب تر اُن لوگوں کے دل ہیں جو ہم کو مفتری کہتے ہیں۔مگر کیا کریں۔ولی را ولی شناسد۔کوئی تقویٰ کے بغیر ہمیں کیونکر پہچانے۔رات کو چور چوری کے لئے نکلتا ہے۔اگر راہ میں گوشہ کے اندر کسی ولی کو بھی دیکھے جو عبادت کر رہا ہو وہ یہی سمجھے گا کہ یہ بھی میری طرح کوئی چور ہے۔

خدا عمیق در عمیق چھپا ہوا ہے اور ایسا ہی وہ ظاہر در ظاہر ہے۔اس کا ظہور اتنا ہوا کہ وہ مخفی ہوگیا۔جیسا سورج کہ اس کی طرف کوئی دیکھ نہیں سکتا۔خدا کا پتہ حق الیقین کے ساتھ نہیں پاسکتے جب تک کہ تقویٰ کی راہ میں قدم نہ ماریں۔دلائل کے ساتھ ایمان قوی نہیں ہوسکتا۔بغیر خدا کی آیات دیکھنے کے ایمان پورا نہیں ہوسکتا۔یہ اچھا نہیں کہ کچھ خدا کا ہو اور کچھ شیطان کا ہو۔صحابہؓ کو دیکھو کس طرح اپنی جانیں نثار کیں۔ابوبکرؓ جب ایمان لایا تو اس نے دنیا کا کون سا فائدہ دیکھا تھا۔جان کا خطرہ تھا اور ابتلا بڑھتا جاتا تھا مگر صحابہ نے صدق خوب دکھایا۔ایک صحابی کا ذکر ہے وہ کملی اوڑھے بیٹھا تھا۔کسی نے اس کو کچھ کہا۔عمرؓ پاس سے دیکھتے تھے۔انہوں نے فرمایا:اس شخص کی عزت کرو۔مَیں نے اس کو دیکھا ہے کہ یہ گھوڑے پر سوار ہوتا تھا اور اس کے آگے پیچھے کئی کئی نوکر چلتے تھے۔صرف دین کی خاطر اس نے سب سے ہجرت کی۔دراصل یہ آنحضرتؐ کی روحانیت کا زور تھا جو صحابہ میں داخل ہوا۔ان کا کوئی جھوٹ ثابت نہیں۔.......... یہ ہوتا آیا ہے کہ ہر نبی کی جماعت میں سے کچھ لوگ مرتد بھی ہو جایا کرتے ہیں۔ایسا ہی موسیٰؑ اور عیسیٰؑ اور آنحضرتؐ کی جماعت کے ساتھ ہوا۔ان لوگوں کا مادہ خبیث ہوتا ہے اور ان کا حصہ شیطان کے ساتھ ہوتا ہے۔مگر جو لوگ اس صداقت کے وارث ہوتے ہیں وہ اس میں قائم رہتے ہیں‘‘۔ (ملفوظات جلد اول صفحہ 577 جدید ایڈیشن)

فرمودات خلفاء

مساجد سے تعلق اور ذکر الٰہی

حضرت مصلح موعودؓ مساجد سے تعلق اور ذکر الٰہی کی اہمیت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

’’مسجد میں یا تو دینی باتیں ہونی چاہئیں اور یا پھر انسان کو ذکر الٰہی میں مشغول رہنا چاہئے۔جب تک نوجوانوں میں یہ روح پیدا نہیں ہوتی مَیں نہیں سمجھ سکتا ان میں خشیت اللہ کس طرح پیدا ہوسکتی ہے۔اور جب تک کسی کے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت اور اس کی خشیت پیدا نہیں ہوتی ہم کس طرح سمجھ سکتے ہیں کہ وہ ایک سچا احمدی ہے۔ہاں اگر خدا کی محبت پیدا ہوجائے تو رفتہ رفتہ باقی تمام خوبیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔اگر کسی کے دل میں خدا کی محبت نہ ہو تو اس کی مثال ایسی ہی ہوتی ہے جیسے ریت میں کیلا گاڑا ہوا ہو۔بظاہر وہ گڑا ہوا نظر آتا ہے لیکن اگر ذرا بھی اسے ٹھوکر لگائی جائے تو وہ فوراً اکھڑ جاتا ہے۔لیکن جس دل میں خدا تعالیٰ کی محبت ہو اس کی مثال ایسی ہوتی ہے جیسے کسی مضبوط چٹان میں کوئی کیلا گاڑ دیا جائے۔ایسے کیلے کو اگر ہتھوڑے بھی مارو تو وہ ہلنے کا نام نہیں لے گا۔پس اصل چیز ذکر الٰہی، خدا تعالیٰ کی محبت اور مساجد کے ساتھ تعلق ہے۔

خدام الاحمدیہ کو چاہئے کہ وہ نوجوانوں میں یہ باتیں پیدا کرنے کی کوشش کریں۔ان پر ذکر الٰہی کی اہمیت واضح کریں۔ان کے دلوں میں اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا کریں اور انہیں مساجد میں زیادہ وقت صرف کرنے کی عادت ڈالیں۔مَیں نے دیکھا ہے خدام الاحمدیہ نے نماز باجماعت میں نوجوانوں کی سستی کو دور کرنے کی کوشش کی اور قادیان میں اپنی اس کوشش میں وہ بہت حد تک کامیاب ہو گئے۔اب اس سبق کو وہ نوجوانوں کے ذہن نشین کرنے کی کوشش کریں کہ وہ مساجد کے ساتھ تعلق رکھیں۔ذکر الٰہی کی عادت ڈالیں اور اللہ تعالیٰ کی محبت اپنے دلوں میں پیدا کریں۔اس کے بعد انہیں خود بخود نظر آجائے گا کہ نوجوانوں کے اخلاق کی بہت کچھ اصلاح ہوگئی ہے۔اب تو بعض دفعہ انہیں نوجوانوں میں بلاوجہ جوش نظر آجاتا ہے۔بعض دفعہ ان میں پاگل پن کی سی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔بعض دفعہ وہ گالی گلوچ پر اتر آتے ہیں۔اسی طرح وہ بعض دفعہ اور ابتلاؤں میں پڑ جاتے ہیں۔لیکن اگر وہ ان امور کی طرف توجہ کریں گے اور نوجوانوں کے دلوں میں اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا کریں گے تو یہ نقائص اور عیوب خود بخود کم ہوتے چلے جائیں گے کیونکہ جہاں خدا تعالیٰ کی محبت آجاتی ہے شیطان وہاں سے پرے بھاگا کرتا ہے۔وہاں آیا نہیں کرتا‘‘۔

(مشعل راہ جلد اول صفحہ 301-302)

۞۞۞۞۞۞

اداریہ

قوم کے لوگو ادھر آؤ کہ نکلا آفتاب

گزشتہ صدی میں برصغیر ہندوستان کو سیاسی و مذہبی دنیا میں مرکزی حیثیت حاصل تھی۔ یہاں مختلف مذاہب کے ماننے والے موجود تھے۔ مسلمان اس ملک پر لمبا عرصہ حاکم کی حیثیت میں رہے تھے مگر مغلوں کی اس حکومت نے اکبر اور اورنگزیب کے زمانہ میں جو شان وشوکت حاصل کی تھی وہ حکمران خاندان کی باہم آویزش اور عیش وعشرت کی نذر ہوگئی اور آہستہ آہستہ نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ دہلی کی مرکزی حکومت برائے نام رہ گئی اور طوائف الملوکی کے باعث پنجاب میں سکھوں کی حکومت قائم ہوگئی۔ مگر جلد ہی یہ حکومت بھی باہم اختلافات کی بھینٹ چڑھ گئی اور ''سکھا شاہی'' ظلم و بربریت کے مترادف سمجھی جانے لگی۔ پڑھا لکھا ہونا یا مسلمان ہونا ایک ناقابل معافی جرم ہوگیا۔ اذان دینا، نماز پڑھنا یا دیگر اسلامی شعائر پر عمل پیرا ہونا قریباً ناممکن ہوگیا۔ کئی مساجد گوردواروں میں تبدیل ہوگئیں۔ ایسی حالت میں انگریز جنہیں یورپ میں جرمنی اور فرانس سے مقابلہ کرنا پڑتا تھا، تجارت کی غرض سے ہندوستان پہنچ گئے مگر مذکورہ بالا حالات کی وجہ سے ان کو ہندوستان ایک ترنوالہ یا سونے کی چڑیا نظر آئی اور ان کو بغیر کسی غیر معمولی مقابلہ یا مشکل کے ہندوستان کی حکومت پر قبضہ حاصل ہوگیا۔

انگریزوں کو اپنی حکومت مستحکم کرنے کے لئے ہندو مسلم اختلاف سے فائدہ اٹھانے کا موقع مل گیا اور اس طرح چونکہ انہوں نے مسلمانوں کی برائے نام حکومت کو ختم کیا تھا اس لئے مسلمانوں کو دبانے اور محکوم رکھنے کے لئے ہر وہ حربہ استعمال کیا گیا جس سے مسلمانوں کی بددلی اور کم ہمتی میں اور اضافہ ہو۔ ہندو مسلمان حکومت کے خاتمہ کی وجہ سے خوش تھے اور اس وجہ سے وہ انگریز کے قریب ہوگئے اور انہیں علم، تجارت و سیاست میں برتری حاصل ہوتی چلی گئی۔

مسلمانوں کی بہتری کے لئے کوئی اجتماعی کوشش تاریخ میں نہیں ملتی۔ بعض مخلص اور دردمند دل رکھنے والوں نے انفرادی کوشش کی یا 1857ء میں نہایت بے تدبیری اور افراتفری میں بغیر کسی سکیم یا قابل اعتماد قیادت کے انگریزوں کو ہندوستان سے نکالنے کی جو کوشش کی گئی وہ مسلمانوں کے لئے اور زیادہ مشکلات کا باعث بن گئی۔ مسلمان جو علم اور عمل میں پہلے ہی بہت پیچھے تھے وہ ناقابل اعتبار اور ناقابل اعتماد سمجھے جانے لگے۔ اس انتہائی تکلیف دہ اور مایوس کن صورت حال نے عیسائی مبلغین کی توجہ ہندوستان کی طرف مبذول کی اور مختلف عیسائی فرقوں اور حکومتوں نے ہندوستان میں عیسائیت کی تبلیغ کے لئے ایک وسیع جال پھیلا دیا۔ ان عیسائی مبلغوں کو بے پناہ وسائل حاصل تھے۔ عیسائی حکومتیں ان کی پشت پر تھیں۔ اس ظاہری شان وشوکت اور احساس برتری سے مالا مال عیسائی مبلغین کا رستہ روکنے والا کوئی بھی نہ تھا۔ ان مبلغین کو مسلمانوں کے اس عقیدہ کی وجہ سے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر زندہ موجود ہیں اور آخری زمانہ میں دوبارہ اصلاح خلق کے لئے بھیجے جائیں گے، بہت تقویت حاصل ہوتی رہی اور ان کو یہ یقین ہوگیا کہ یہاں پر زمین تو پہلے ہی تیار ہے ہم بہت جلد ہندوستان کو یسوع مسیح کے لئے فتح کرکے صلیب کا جھنڈا اسلامی ملکوں میں بھی گاڑ دیں گے۔

ہندوستان کے ہندو جو پیدائشی اور رسمی طور پر ہندو تھے وہ بھی عیسائی کامیابیوں کی وجہ سے ہوشیار ہوگئے اور آریہ سماج کے نام سے ہندومت کی تبلیغ اور مسلمانوں کو ''شدھ'' کرنے کے لئے آمادہ پیکار ہوگئے۔ انہوں نے اپنے پروپیگنڈہ کی بنیاد یہ بنائی کہ ہندوستان ہندوؤں کا ملک ہے اور اگر مسلمان یہاں رہنا چاہتے ہیں تو وہ ہندومت اختیار کرلیں ورنہ وہ کسی مسلم ملک میں چلے جائیں۔ ہمارا ہندوستان ان کا ناپاک وجود برداشت نہیں کرے گا۔

ہندو تجارت، صنعت، سیاست ہر میدان میں مسلمانوں سے آگے تھے۔ ان کی تعداد بھی زیادہ تھی۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے مقابل پر مسلمان ہزیمت خوردہ نظر آرہے تھے۔ مسلمان بالعموم ہندوؤں کے مقروض تھے اور ان کی تھوڑی بہت جائیداد اور زمینیں بھی آہستہ آہستہ ہندوؤں کے قبضہ میں جارہی تھیں اور ان کے خوفناک سودی کاروبار کی وجہ سے ان کی اقتصادی حالت بہتر ہوتی جارہی تھی اور مسلمان ہر لحاظ سے روبہ زوال تھے۔

اس انتہائی مہیب اور خوفناک سناٹے اور تاریکی کی وجہ سے کہنے والوں نے اسلام کا مرثیہ تک کہہ ڈالا اور اس طرح اپنے عجز و درماندگی کے اعتراف کے علاوہ عملاً یہ تسلیم کرلیا کہ ان کے خیال میں مسلمانوں کی حالت ناقابل اصلاح ہوچکی تھی۔

مگر قرآن مجید کی حفاظت کا وعدہ کرنے والے خدا نے اپنے وعدہ کو یاد رکھا اور اس انتہائی مایوسی اور کسمپرسی کے عالم میں قادیان سے یہ آواز بلند ہوئی ؎

قوم کے لوگو ادھر آؤ کہ نکلا آفتاب   وادیٔ ظلمت میں کیوں بیٹھے ہو تم لیل و نہار
تشنہ بیٹھے ہو کنار جوئے شیریں حیف ہے   سرزمین ہند میں چلتی ہے نہر خوشگوار

یہ کوئی معمولی آواز نہ تھی۔ اس آواز میں خدائی طاقت و نصرت جلوہ گر تھی ؎

وہ خدا اب بھی بناتا ہے جسے چاہے کلیم   اب بھی اس سے بولتا ہے جس سے وہ کرتا ہے پیار

دنیا نے اسلام کی تعلیم کے حسن و خوبصورتی کا پھر سے نظارہ کیا۔ سیرت مقدسہ کی عظمت ظاہر ہونے لگی۔ قرآن مجید کی اعجازی شان نمایاں ہونے لگی۔ عیسائیوں کے بڑھتے ہوئے پاؤں رک ہی نہیں گئے بلکہ صحیح اسلامی عقائد اور قرآنی علم کلام کے سامنے ان کے پاؤں اکھڑ گئے۔ آریوں کو ان کے بگڑے ہوئے عقائد جیسے روحوں کا ازلی ابدی ہونا اور نیوگ وغیرہ کی حقیقت بتائی گئی تو مسلمانوں کو ہندو بنانے کی بجائے انہیں اپنی پڑ گئی ؎

دوستو اس یار نے دیں کی مصیبت دیکھ لی   آئیں گے اس باغ کے اب جلد لہرانے کے دن
اک بڑی مدت سے دیں کو کفر تھا کھاتا رہا   اب یقیں سمجھو کہ آئے کفر کے کھانے کے دن

(عبدالباسط شاہد)

❁❁❁ ❁ ❁❁❁

اے مجسم کرم! اے رسالت مآبؐ!

اے مجسم کرم! اے رسالت مآبؐ!   تیری رحمت ہے بے پایاں و بے حساب
سب جہانوں پہ تیرے کرم کے سحاب   تجھ سے ہر ذرّہٗ زندگی فیضیاب

ایک مدّت سے مُردہ تھے ارض و سما   بحر و بر میں فسادات کی انتہا
ایسے میں تیرے رُخ کا جو سورج چڑھا   ابرِ ظلمت زمانے سے سب چھَٹ گیا

''اَلْاَمَانَــــــــةَ'' کا اِتنا گراں بار تھا   کہ پہاڑوں کو بھی نہ ہوُا حوصلہ
اور زمیں آسماں بھی ہوئے سرنگوں   وہ ''ظَلُوۡمًا جَھُوۡلًا'' ہی آگے بڑھا

گرچہ ہیں عالی پرواز روح الامیں   پر تری منزل اُن سے پرے ہے کہیں
یوں تو موسیٰ بھی نبیوں میں کم تو نہیں   پر نہیں کوئی ، ہووے جو تجھ سا قریں

سارے گلشن میں اِک تُو مہکتا گلاب   رنگ و خوشبو کی تاثیر بھی لاجواب
باغِ دُنیا میں جس صبح تُو کھِل اُٹھا   باقی سب پھول لگنے لگے اِک سراب

تُو ہی خیرالبشر ، تو ہی خیر الانام   تو ہی خیرالرسل ، تو ہی خیر الِامام
ہم ہیں خیرالامم جب ہوں تیرے غلام   تو ہی خیر الوریٰ ، تجھ پہ لاکھوں سلام

تُو ہی شمس الضّحیٰ ، تُو ہی بدرالدجیٰ   تُو ہی نجم الہُدیٰ ہے مرے مقتدیٰ
تیرا ہر نقشِ پا ہے مِرا رہنما   مَیں رہوں گا سدا تیرے در کا گدا

تیرے چہرے میں تھا عکسِ نورِ خدا   اِک ترا دل ہی تھا عرشِ ربُّ الوریٰ
تُو ہی تھا اصل کا آئینہ بالیقیں   لاجرم تُو ہی 'نورٌ علیٰ نور' تھا

تُو ہی 'عَبۡدًا شکورًا'، تُو ہی سرفراز   واہ! تیرا قیام اور جبینِ نیاز
بابِ عشق اور درِ حسن وا کر دیے   کیسے سکھلائے آدابِ راز و نیاز

تُو حقیقت ہے باقی تو سب خواب ہے   تُجھ سے ہی مُقتبَس نورِ مہتاب ہے
آج بھی تیرے دم سے ہیں سب رونقیں   تیرا ہی باغ سرسبز و شاداب ہے

حسن و احسان میں تُو عدیم المثال   تو جمال اور جلال ، ہر طرح باکمال
تجھ سا کوئی نہیں خوش ادا ، خوش خصال   کس طرح ہو ترا ذکرِ حسن و جمال

مَیں تو ہوں بے ہُنر، عُمر بھی مختصر   تیری تعریف مجھ سے ہو کیسے ، مگر
پھر بھی حاضر ہوا ہوں لیے چشمِ تر   کہ ہے مدحت تری میرا زادِ سفر

(میر انجم پرویز)

عورت کی زندگی کو کس طرح مفید بنایا جاسکتا ہے

حضرت مصلح موعودؓ نے احمدیہ زنانہ کالج (جامعہ نصرت) کے افتتاح کے موقع پر فرمایا:۔

''تمہیں اپنے کالج کے زمانہ میں اس بات پر غور کرنا چاہئے کہ عورت کی زندگی زیادہ سے زیادہ کس طرح مفید بنائی جاسکتی ہے۔ یہ پُرانا دستور جو ہمیشہ سے چلا آیا ہے اور اب بھی ہے کہ کھانا پکانے کا کام عورت کے ذمّہ ہے اس میں اب تبدیلی کی ضرورت ہے۔ کیونکہ اس کے نتیجہ میں عورت صرف کھانے پینے کے کام کے لئے ہی رہ گئی ہے۔ اس کے پاس کوئی وقت ہی نہیں بچتا جس میں وہ دینی یا مذہبی یا قومی کام کر سکے۔ یورپ کے مدبّرین نے مل کر اس کا کچھ سوچا ہے۔ اور اس وجہ سے ان کی عورتوں کا بہت سا وقت بچ جاتا ہے۔ مثلاً یورپ نے ایک قسم کی روٹی ایجاد کر لی ہے جسے ہمارے ہاں ڈبل روٹی کہتے ہیں۔ یہ روٹی عورتیں گھر میں نہیں پکاتیں بلکہ بازار سے آتی ہے اور مرد، عورتیں اور بچے سب اسے استعمال کرتے ہیں۔ مجھے یہ تو معلوم نہیں کہ بادشاہ کے ہاں کیا دستور ہے۔ آیا اس کی روٹی بازار سے آتی ہے یا نہیں۔ لیکن یورپ میں ایک لاکھ میں سے ننانوے ہزار نو سو ننانوے یقیناً بازاری روٹی ہی کھاتے ہیں۔ اور اس طرح وہ اپنا بہت سا وقت بچا لیتے ہیں۔ اس کے علاوہ انہوں نے اس قسم کے کھانے پکانے والے برتن (cooker) نکالے ہوئے ہیں۔ جن سے بہت کم وقت میں سبزی اور گوشت وغیرہ تیار ہو جاتا ہے۔ پھر انہوں نے اپنی زندگیاں اس طرح ڈھال لی ہیں کہ عام طور پر وہ ہوٹلوں میں کھانا کھاتے ہیں۔ یورپ میں بالعموم چار کھانے ہوتے ہیں۔ صبح کا ناشتہ دوپہر کا کھانا، شام کا ناشتہ اور رات کا کھانا۔ عام طور پر درمیانی طبقہ کے لوگ صبح کی چائے گھر تیار کر لیتے ہیں۔ باقی دوپہر کے کھانے اور شام کی چائے وہ ہوٹل میں کھا لیتے ہیں۔ اور رات کا کھانا گھر پر کھاتے ہیں۔ پھر سرد ملک ہونے کی وجہ سے ایک وقت کا کھانا کئی کئی وقت چلا جاتا ہے۔ اور پھر کھانے انہوں نے اس قسم کے ایجاد کر لئے ہیں کہ جن کا ذخیرہ کیا جاسکتا ہے مثلاً (cold meat)۔ روٹی بازار سے منگوائی اور کولڈ میٹ کے ٹکڑے کاٹ کر اس سے روٹی کھا لی۔ ہمارے ہاں ہر وقت چولہا جلتا ہے۔ جب تم کالج میں تعلیم حاصل کرنے کے لئے آئی ہو تو تمہیں یہ بھی سوچنا پڑے گا کہ تم اپنی زندگی کس طرح گزاروگی۔ اگر چولہے کا کام تمہارے ساتھ رہا تو پھر پڑھائی بالکل بے کار چلی جائے گی۔ تمہیں غور کر کے اپنے ملک میں ایسے تغیرات پیدا کرنے پڑیں گے کہ چولہے پھونکنے کا شغل اگر کم سے کم وقت میں محدود کر دیا جائے مثلاً اسکے لئے ایک گھنٹہ صبح اور ایک گھنٹہ شام رکھ لیا جائے تب بھی اور کاموں کے لئے تمہارے پاس بہت سا وقت بچ سکتا ہے۔ یہ مت خیال کرو کہ تم نوکر رکھ لوگی۔ نوکر رکھنے کا زمانہ اب جا رہا ہے۔ اب ہر شخص نوکر نہیں رکھ سکے گا۔ بلکہ بڑے بڑے لوگ ہی نوکر رکھ سکیں گے۔ کیونکہ نوکروں کی تنخواہیں بڑھ رہی ہیں اور ان تنخواہوں کے ادا کرنے کی متوسط طبقہ کے لوگوں میں استطاعت نہیں ہوسکتی............''۔

''......پھر ہمارے یہاں یہ بھی ایک نقص ہے کہ بچوں کو کام کرنے کی عادت نہیں ڈالی جاتی۔ بچے دسترخوان پر بیٹھے ہیں اور شور مچا رہے ہیں کہ امّی نوکر پانی نہیں لاتی کہ ہم ہاتھ دھوئیں۔ امّی! نوکر نے برتن صاف نہیں کئے۔ امریکہ میں ہر بچہ اس بات کا پابند ہوتا ہے کہ وہ اپنے کھانے کے برتن کو خود دھو کر رکھے اور اگر وہ نہ دھوئے تو اسے سزا ملتی ہے۔ کیونکہ ماں اکیلی تمام کام نہیں کر سکتی۔ اگر وہ کرے تو اُس کے پاس کوئی وقت ہی نہ بچے۔ وہ اسی طرح کرتی ہے کہ کچھ کام خود کرتی ہے اور کچھ کاموں میں بچوں سے مدد لیتی ہے۔ غرض یورپ میں اوّل تو روٹی بازار سے منگوائی جاتی ہے۔ پھر انہوں نے کولڈ میٹ اور اسی قسم کی اور چیزیں ایسی بنالی ہیں جن کا ذخیرہ کیا جاسکتا ہے۔ اور بجائے اس کے کہ ہر وقت گرم کھانا کھایا جائے وہ اسی سے روٹی کھا لیتے ہیں۔ پھر ایک وقت کا پکا ہوا کھانا دو وقتوں میں کھا لیتے ہیں۔ اور پھر کام میں بچوں کو شامل کیا جاتا ہے۔ اس طرح بہت سا کام بچا لیا جاتا ہے۔

تھوڑے ہی دن ہوئے میں نے ایک لطیفہ پڑھا جو امریکہ کے ایک مشہور رسالہ میں شائع ہوا تھا۔ اور جس سے ان لوگوں کے کیریکٹر پر خاص طور پر روشنی پڑتی ہے۔ ایک باپ کہتا ہے کہ میری سمجھ میں یہ بات کبھی نہیں آئی کہ میرے بچوں کو کبھی کبھی بھول جاتا ہے کہ آج سکول جانا ہے۔ کبھی یہ بھی بھول جاتا ہے کہ ہم نے اپنے برتن صاف کرنے ہیں۔ یہ بھی بھول جاتا ہے کہ ہم نے اتنے بجے سونا ہے۔ لیکن اگر کبھی ہنسی میں مَیں نے اپنے بچوں سے کوئی وعدہ کیا ہوا ہوتا ہے اور اس پر پانچ سال بھی گزر چکے ہوں تو وہ اُن کو نہیں بھولتا۔ اس مثال سے اُن کے کیریکٹر کا پتہ لگتا ہے کہ وقت پر سونا، وقت پر سکول جانا، وقت پر کپڑے بدلنا اور کھانے کے برتن دھونا یہ سب بچوں کو سکھایا جاتا ہے اور یہ باتیں اُن کے فرائض میں شامل کی جاتی ہے۔ اس رنگ میں انہوں نے ایسا انتظام کیا ہوا ہے کہ اُن کا بہت سا وقت بچ جاتا ہے۔

پھر بچوں کے پالنے کا کام ایسا ہے جس میں بہت کچھ تبدیلی کی ضرورت ہے۔ یورپ میں تو عورتیں بچے کو پنگھوڑے میں ڈالتی ہیں۔ چُوسنی تیار کر کے اس کے پاس رکھ دیتی ہیں اور مکان کو تالا لگا کر دفتر چلی جاتی ہیں۔ جب بچے کو بھوک لگتی ہے وہ خود چوسنی اٹھا کر منہ سے لگا لیتا ہے۔ لیکن ہمارے ہاں اگر ماں دو منٹ کے لئے بھی بچے سے الگ ہو تو وہ اتنا شور مچاتا ہے کہ آسمان سر پر اُٹھا لیتا ہے۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ ماں بچے کو الگ نہیں کرتی اسے ہر وقت اپنے ساتھ چمٹائے پھرتی ہے۔ بچہ پیدا ہوا اور اسے گود میں ڈال لیا۔ اور پھر تین چار سال تک اسے گود میں اٹھائے پھرتی ہے بلکہ ہمارے ملک میں تو پانچ پانچ سال تک لاڈلے بچوں کو اٹھائے پھرتی ہیں۔ یہ سارے رواج اس قابل ہیں کہ ان کو بدلا جائے۔ جب تم ہمّت کر کے ان رسوم کو بدلوگی تو آہستہ آہستہ باقی عورتوں میں بھی تمہارے پیچھے چلنے کا شوق پیدا ہو جائیگا۔

مَیں نے بتایا ہے کہ سب سے پہلے روٹی پکانے کے طریق میں تبدیلی کی ضرورت ہے۔ عربوں میں بھی بازار سے روٹی منگوانے کا طریق ہے۔ مگر وہاں تنور کی خمیری روٹی ہوتی ہے۔ جتنے ملکوں میں بازار سے روٹی منگوانے کا طریق رائج ہے ان سب میں خمیری روٹی کھائی جاتی ہے۔ فطیری روٹی ہمیشہ تازہ ہی پکا کر کھانی پڑتی ہے۔ بہرحال بغیر اس کے کہ روٹی کا سوال حل ہو یہاں عورتیں فارغ نہیں ہوسکتیں۔ اور بغیر اس کے کہ بچّہ پالنے کے طریق میں تبدیلی ہو، یہاں عورتیں فارغ نہیں ہوسکتیں۔ جب تک کہ بچّہ گود میں رہیگا یا ماں بیکار رہنے پر مجبور ہوگی یا بیٹی مجبور رہے گی۔ کام کیلئے فراغت اُسے اُس وقت ہوسکتی ہے جب بچّہ کو پیدا ہوتے ہی پنگھوڑے میں ڈال دیا جائے۔ اور پھر وقت پر اُسے دودھ پلایا جائے۔ گود میں اُسے نہ اُٹھایا جائے۔ غرض جبتک یہ سوال حل نہیں ہوتا، ماں کی زندگی بیکار رہی گی۔ اور جب تک کھانے کا سوال حل نہیں ہوتا عورت کی زندگی بیکار رہی گی۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ روزانہ چار وقت کھانے کی بجائے دو وقت کا کھانا رکھ لیا جائے۔ اور ناشتے کا کوئی سادہ دستور نکالا جائے اور کھانے ایسے تیار کئے جائیں جو کئی کئی وقت کام آسکیں اور روٹی بازار سے منگوالی جائے۔ لیکن اگر صبح شام کھانے پکانے اور برتن مانجھنے کا کام عورت کے ہی سُپرد رہے گا تو وہ بالکل بیکار ہو کر رہ جائے گی اور کسی کام کے لئے وقت صرف نہیں کر سکے گی۔

پس جہاں دینی مسائل کو مدِنظر رکھنا تمہارے لئے ضروری ہے۔ وہاں ان عائلی مشکلات کو حل کرنا بھی تمہارے لئے ضروری ہے۔ ہندوستان میں مسلمانوں کے تنزل اور ان کے انحطاط کی بڑی وجہ یہی ہوئی کہ جب اُن کے پاس دولت آگئی تو اُنہوں نے اس قسم کے مشاغل بیکاری کو اختیار کر لیا۔ گھروں میں مرد بیٹھے چھالیہ کاٹ رہے ہیں، گلوریاں بنا رہے ہیں اور عورت بھی کھانے پکانے میں مصروف ہے۔ کبھی یہ چیز تلی جارہی ہے، کبھی وہ چیز تلی جارہی ہے۔ کبھی کہتی ہے اب میں چٹنی بنالوں۔ کبھی کہتی ہے اب میں میٹھا بنا رہی ہوں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ تو کھانے تیار کرنے میں مشغول ہو گئے اور حکومت انگریزوں نے سنبھال لی۔ یہ مصیبت جتنی ہندوستان میں ہے باہر نہیں۔ عرب میں جاکر دیکھ لو۔ سارا عرب بازار سے روٹی منگواتا ہے۔ مصر میں جاکر دیکھ لو۔ سارا مصر بازار سے روٹی منگواتا ہے۔ اور سالن بھی وہ گھر میں تیار نہیں کرتے بازار سے منگوا لیتے ہیں۔ وہاں لوبیا کی پھلیاں بڑی کثرت سے ہوتی ہیں۔ صُبح کے وقت مکّہ میں چلے جاؤ۔ قاہرہ میں چلے جاؤ۔ بازاروں میں لوبیا کی دیگیں تیار ہونگی۔ اور ہر شخص اپنا برتن لے جائے گا تنور کی روٹیاں اور لوبیا کی پھلیاں لے آئے گا۔ غریب اسے یونہی کھا لیتے ہیں اور امیر آدمی گھی کا تڑکا لگا لیتے ہیں۔ اسی طرح دوپہر کے وقت روٹی بازار سے آتی ہے اور سالن کے طور پر وہ کوئی سستی سی چیز لے لیتے ہیں اور گزارہ کر لیتے ہیں۔ مگر ہمارے ہاں یہ حالت ہے کہ لوگ بڑے فخر سے کہتے ہیں کہ ہم وہ ''ماما'' رکھنا چاہتے ہیں کہ ایک سیر آٹے میں اسّی (۸۰) پُھلکے پکاسکتی ہو۔ بازار والوں نے اپنے کام کو اس طرح ہلکا کر لیا کہ سیر آٹے میں چھ روٹیاں تیار کر لیں۔ اور انگریزوں نے سیر میں چار اور بعض دفعہ دو۔ اور انہوں نے اپنے کام کو اس طرح بوجھل بنالیا ہے اَسّی اَسّی پُھلکے بنانے لگے۔ یہ سب شغل بیکاری ہیں جن کو دُور کرنا پڑے گا اور جن کو دُور کر کے ہی تم اپنا وقت بچاسکتی ہو۔ آخر علم کے استعمال کے لئے تمہارے پاس وقت چاہئے۔ اگر تم نے اپنے آپ کو ایسا بنالیا کہ تمہارے پاس کچھ وقت نہ بچا تو تم نے کرنا کیا ہے؟۔

پس پہلا سوال وقت کا ہے۔ تم کو اپنی زندگی ایسی بنانی پڑے گی کہ تُم ان کاموں کے لئے اپنے اوقات کو فارغ کر سکو۔ پھر تمہارے لئے آسانی ہی آسانی ہے۔ اور تم اس وقت سے فائدہ اٹھا کر بیسیوں ایسے کام کر سکتی ہو جو تمہاری ترقی کے لیے ضروری ہیں۔ پس یہ مسئلہ بھی تمہیں ہی حل کرنا پڑے گا۔ اور اگر تم حل کر لو تو تمہاری مائیں آپ ہی آپ تمہاری نقل کرنے پر مجبور ہونگی۔ ہم نے دیکھا ہے کہ لڑکی پرائمری پاس ہوتی ہے تو جاہل مائیں اپنی لڑکی کے آگے پیچھے پھرتی ہیں۔ اور کہتی ہیں کہ ہماری بیٹی پرائمری پاس ہے۔ بڑی عقلمند اور ہوشیار ہے۔ اگر مائیں پرائمری پاس لڑکیوں کی بات ردّ نہیں کر سکتیں تو تم بی۔ اے۔ ہوگی تمہاری بات کیوں ماننے کے لئے تیار نہیں ہونگی۔

یہ کام جو میں نے بتایا ہے اسے معمولی نہ سمجھو۔ یہی وہ چیز ہے جس نے ہمارے ملک کی عورت کو بیکار بنا دیا ہے۔ دوسری قوموں نے تو اس مسئلہ کو حل کر لیا اور چھ سات گھنٹے بچالئے۔ لیکن تمہیں کھانے کے دھندوں سے ہی فرصت نہیں ملتی۔ اگر تم بھی چھ سات گھنٹے بچالو تو یقیناً تم ان اقوام سے بہت زیادہ ترقی کر سکتی ہو۔ کیونکہ وہ اگر چھ گھنٹے بچاتی ہیں تو دو گھنٹے قومی کاموں میں صرف کرتی ہیں۔ اور چار گھنٹے ناچ گانے میں صرف کرتی ہیں۔ لیکن تم اپنا سارا وقت قومی اور مذہبی کاموں میں صرف کروگی۔ اس لئے یورپ کی عورت کے مقابلہ میں تمہیں اپنے کاموں کے لئے تین گنا وقت مل جائے گا۔ اور جب وہ چھ گھنٹوں میں سے چار گھنٹے ناچ گانے میں صرف کرے گی اور تمہارا تمام وقت خالص دینی کاموں میں صرف ہوگا۔ اور اس طرح اُن سے تین گنا کام کروگی تو تمہاری فتح یقینی ہے۔

کیونکہ وقت کے لحاظ سے یورپ کی تین تین عورتوں کے مقابلہ میں تمہاری ایک عورت ہوگی۔ اِس وقت تمہاری سو (۱۰۰) عورت بھی یورپ کی ایک عورت کے مقابلہ میں کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔ کیونکہ تمہارا علم بھی کم ہے۔ اور تمہارے پاس اپنے قومی کاموں کے لئے وقت بھی نہیں بچتا۔ لیکن جب تم علم حاصل کروگی۔ اور قومی کاموں کے لئے وقت بھی اُن سے زیادہ صرف کروگی تو تمہاری ایک عورت کے مقابلہ میں یورپ کی سو (۱۰۰) عورت بھی کوئی حیثیت نہیں رکھے گی۔ جب تک یورپ کا ماحول ایسا ہے۔ اور اس کا طریق عِمل ایسا ہے کہ اس کی ایک عورت تمہاری سو عورت کے برابر ہوگی اُس کا جیتنا یقینی ہے۔ لیکن جب تم اپنے آپ کو ایسی بنالوگی کہ تمہاری ایک عورت اُن کی سو (۱۰۰) عورت کے برابر ہوگی تو پھر تمہارا جیتنا یقینی ہے۔''

(الأذھار لذوات الخمار صفحہ 114---120)

ٹورین والا کفن سات صدیاں پرانا نہیں بلکہ بائبل کے زمانے کا ہے

(خالد سیف اللہ خان ۔ آسٹریلیا)

۱۹۸۸ء میں کفنِ ٹورین پر تحقیق کرنے کے لئے سائنسدانوں کی ایک ٹیم بنائی گئی تھی جن کا کام اس کپڑے کی عمر معلوم کرنا تھا۔ اس غرض کے لئے چادر کے کچھ ٹکڑے کاٹ کر دیئے گئے تھے۔ اس وقت انہوں نے اعلان کیا تھا کہ کپڑا ۱۲۶۱ تا ۱۳۹۰ عیسوی کے عرصہ سے تعلق رکھتا ہے۔ اس ابتدائی تحقیقاتی ٹیم کے ایک رکن مسٹر ریمنڈ روجرز بھی تھے۔ کئی سال کے غور وفکر کے بعد اب انہوں نے انکشاف کیا ہے کہ کمیٹی کا عمر کا اندازہ غلط (Invalid) تھا۔ اصل کفن کی حفاظت یا مرمت کے لئے اسکی پشت پر کہیں بعد میں ایک اور چادر سی دی گئی تھی۔ مسٹر روجرز کہتے ہیں کہ چونکہ یہ ٹیسٹ اس حفاظتی چادر کے ٹکڑوں پر کئے گئے تھے اس لئے درست نہ تھے۔ وہ کہتے ہیں میں خود ۱۹۸۸ء کے مہیا کردہ نمونوں اور اصل چادر کے ۳۲ ٹکڑوں پر کیمیائی ٹیسٹ کر چکا ہوں وہ دونوں ایک دوسرے سے کئی لحاظ سے مختلف تھے اس لئے ان کی عمریں بھی مختلف تھیں۔ نیز اصل چادر کے حصوں پر ایک کیمیکل کمپاؤنڈ VANILLIN موجود نہ تھا۔ اگر چادر سات سو سال پُرانی ہوتی تو اس کے نشانات (TRACES) ان پر ضرور موجود ہوتے، وہ اتنے کم عرصہ میں ضائع نہیں ہوسکتے۔ کپاس وغیرہ کے ریشوں میں ایک کیمیائی مادہ Lignin ہوتا ہے جو حرارت کے زیر اثر وقت کے ساتھ ساتھ Vanillin میں تبدیل ہوتا رہتا ہے۔ اور بالآخر ختم ہوجاتا ہے۔

جو خبر یا رپورٹ اس سلسلہ میں سڈنی مارننگ ہیرلڈ کے ۲۹۔۳۰ جنوری ۲۰۰۵ء کے شمارہ میں بحوالہ ''دی ٹیلیگراف لنڈن'' شائع ہوئی ہے وہ روم سے Bruce Johnston نے بھیجی ہے اور اس کا عنوان ہے Faithful Heartened By Turin Shraud Tests ۔ رپورٹر نے Veiled in mystery (پُرسرار پردوں میں) کے عنوان سے کفنِ ٹورین کی جو مختصر تاریخ بیان کی ہے اس کا ترجمہ حسب ذیل ہے:

''۱۳۵۵ء میں یہ چادر لائرے فرانس کے مقام پر سب سے پہلے منظر عام پر آئی جسے مبیّنہ طور پر ایک فرانسیسی سردار نے قسطنطنیہ سے حاصل کیا تھا۔ ۱۵۳۴ء میں جب یہ Sainte chapelle chambery کے مقام پر تھی تو اسے آگ سے نقصان پہنچا۔ وہاں کی راہبات (Nuns) نے کفن کی پشت پر ایک اور کپڑا سی کر اس کی مرمت کی۔ ۱۵۷۸ء میں یہ چادر ٹورین پہنچی۔ ۱۹۷۶ء میں اس کا پہلی بار سائنسی معائنہ کیا گیا۔ ۱۹۷۹ء میں اس کے بارہ میں یہ دعویٰ کیا گیا کہ زمانۂ وُسطیٰ میں کسی پینٹر نے Iron oxide سے پینٹ کر کے اسے بنایا تھا۔ ۱۹۸۸ء میں ریڈیو کاربن ٹیسٹوں کے بعد یہ خیال ظاہر کیا گیا کہ یہ زمانۂ وُسطیٰ کی ایک جعلسازی (Fake) ہے۔ ۲۰۰۲ء میں اس کی مرمت (Restoration) کے دوران چادر کی دوسری طرف سے بھی ایک انسانی چہرہ کا عکس نظر آیا۔ ۲۰۰۴ء میں اس پر مزید غور وفکر ہوا تو پتہ چلا کہ کفنِ ٹورین تین ہزار سال پرانا ہوسکتا ہے''۔

سڈنی مارننگ ہیرلڈ (آسٹریلیا) 29،30/جنوری 2005ء میں شائع شدہ مضمون کا عکس

چوکھٹے میں مذکور کفن ٹورین کی مختصر تاریخ کے بعد رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ ''کفنِ ٹورین (Shroud of Turin) کی عمر کا اندازہ جو کاربن ڈیٹنگ (Carbon Dating) کے ذریعہ اب سے پہلے لگایا گیا تھا اُس کی اصل عمر اُس سے کہیں زیادہ ہے۔ ایک نئی تحقیق سے اندازہ ہوا ہے کہ جیسا کہ معتقدین یقین کرتے ہیں یہ کفن بائبل کے زمانہ کا ہو سکتا ہے۔ اس تحقیق کے بعد از سرِ نو یہ امید پیدا ہوگئی کہ یہ کپڑا زمانۂ وُسطیٰ کی کوئی جعلسازی کی کارروائی نہیں ہے بلکہ یہ تو واقعۂ صلیب کے بعد یسوع کے چہرہ کا عکس ہے جو معجزانہ طور پر اس پر محفوظ رہ گیا ہے۔

یونیورسٹی آف کیلیفورنیا کی لاس الاموس لیبارٹری (Los Alamas Laboratory) سے منسلک مسٹر ریمنڈ روجز (Raymond Rogers) کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ ۱۹۸۸ء کے تجربات کے نتائج غلط (Invalid) تھے۔ ان کا استدلال ہے کہ جس سُوتی کپڑے پر ٹیسٹ کئے گئے تھے وہ اصل کفن کی بجائے اس کے مرمت شدہ حصہ سے حاصل کیا گیا تھا۔ ان کے اپنے ٹیسٹ جو زیادہ تر کپڑے کے کیمیائی تجزیہ پر مبنی تھے بقول ان کے اصل کپڑے سے حاصل کردہ حصوں پر تھے اور ان کی عمر (بجائے سات سو سال کے) ۱۳۰۰ء تا ۳۰۰۰ء سال منکشف ہوئی تھی۔ بہت سے کیتھولک یقین رکھتے ہیں کہ کپڑے پر جو عکس ہے وہ یسوع کا ہے اور اس وقت کا جب انہیں صلیب سے اتارنے کے بعد اس میں لپیٹا گیا تھا۔

وہ محققین جنہوں نے ۱۹۸۰ء کی دہائی میں الگ الگ طور پر اریزونا، کیمبرج اور زیورچ میں اس پر تجربات کئے تھے وہ اس نتیجہ پر پہنچے تھے کہ کپڑے کی عمر ۱۲۶۱ء تا ۱۳۹۰ء کے درمیانی عرصہ کی ہے۔ اس لئے ہوسکتا ہے کہ یہ زمانۂ وُسطیٰ کا کوئی فریب ہو۔ چنانچہ اس وقت کے ٹورین کے کارڈینل Anatasio Alberto کو یہ تسلیم کرنے پر مجبور کر دیا گیا تھا کہ کپڑا ایک عملی مذاق (HOAX) لگتا ہے۔

لیکن مسٹر روجرز رسالہ Thermochinica Acta میں لکھتے ہیں کہ اصل کپڑے پر کیمیائی مادہ Vanillin کی موجودگی کے کوئی آثار نہ تھے جو حرارت کے زیر اثر Lignin کے ٹوٹنے پھوٹنے سے بنتی ہے جو روئی وغیرہ میں پایا جاتا ہے۔ اس مادہ Lignin کی مقدار وقت کے گزرنے کے ساتھ ساتھ گرتی جاتی ہے۔ اگر کفن زمانۂ وُسطیٰ میں بنایا گیا ہوتا تو اس پر ابھی بھی Vanillin موجود ہوتا۔

مسٹر روجرز جو خود ابتدائی تحقیقاتی ٹیم (Shroud of Turin Research Project) کے ایک ممبر تھے انہوں نے ریڈیو کاربن ڈیٹنگ کے نتائج پر اپنی حیرانگی کا اظہار اس کے دس سال بعد کیا ہے۔ انہوں نے مبیّنہ حقائق (DATA) پر از سرِ نو غور کیا ہے اور اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ عمر نکالنے کے لئے ۱۹۸۸ء میں مہیا کئے گئے نمونے اور ان دوسرے ۳۲ نمونوں میں جو انہوں نے ساری چادر کے مختلف حصوں سے لئے وہ یکساں نہ تھے۔ حرارت کی وجہ سے جو کیمیائی تبدیلیاں وقوع پذیر ہوتی ہیں ان کی سائنس یعنی chemical kinetics پھر کیمیائی تجزیہ اور دوسرے تجربات سے یہ بات بپایۂ ثبوت پہنچ گئی ہے کہ ریڈیو کاربن ٹیسٹ جس نمونہ پر کئے گئے تھے وہ اصل کپڑے کا حصہ نہ تھا اور اس لئے کپڑے کی عمر معلوم کرنے کے لئے اسکا استعمال جائز یا قانونی نہ تھا۔ ان کے الفاظ ہیں

``Chemical kinetics, analytical chemistry, and other tests prove the "radio carbon sample was not part of the original cloth " and so was "Invalid in determining the age of the shroud".

(The Telegraph London - Reproduced by Sydney Morning Herald dated 29-30 January 2005).

اس حقیقت پر پردہ ڈالنے کی مسلسل کوشش کی جا رہی ہے کہ یہ چادر وہی ہے جس میں واقعۂ صلیب کے بعد مرہم لگا کر عیسیٰ علیہ السلام کو لپیٹا گیا تھا۔ خون بہنے کے نشانات واضح کرتے ہیں کہ ایک زندہ انسان کو اس میں لپیٹا گیا ہے۔ اگر یہ ثابت ہوجائے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام صلیب پر مرنے سے بچ گئے تھے تو صلیبی مذہب کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ لیکن یہ مقدر ہے کہ اس زمانہ میں ایسے ثبوت مہیا ہوں تا آنخضرت ﷺ کی یہ پیشگوئی پوری ہو کہ مسیح موعودؑ کے ہاتھوں اس کے زمانہ میں کسرِ صلیب ہوگا۔ چنانچہ مکتوب اسکندریہ، صحائف قمران اور کفن مسیح پر یہ جدید تحقیق، قبر مسیح کا انکشاف، تاریخی، مذہبی اور طبّ کی کتب جو اس زمانہ میں دریافت ہورہی ہیں اسی پیشگوئی کو پورا کرنے لئے خدائی تقدیر کا حصہ ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس مضمون کو اپنی کتاب ''مسیح ہندوستان میں'' میں یوں بیان فرمایا ہے''۔

......پس اس جگہ ہم بجز اسکے کچھ نہیں کہہ سکتے کہ یہ خدا کا ارادہ تھا کہ وہ چمکتا ہوا حربہ اور وہ حقیقت نما برہان کہ جو صلیبی اعتقاد کا خاتمہ کر سکے اس کی نسبت ابتدا سے یہی مقدر تھا کہ مسیح موعود کے ذریعہ سے دنیا میں ظاہر ہو۔ کیونکہ خدا کے پاک نبیؐ نے یہ پیشگوئی کی تھی کہ صلیبی مذہب نہ گھٹے گا اور نہ اس کی ترقی میں فتور آئے گا جب تک مسیح موعود دنیا میں ظاہر نہ ہو اور وہی ہے جس کے ہاتھ پر کسرِ صلیب ہوگی۔

اس پیشگوئی میں یہی اشارہ تھا کہ مسیح موعود کے وقت میں خدا کے ارادہ سے ایسے اسباب پیدا ہو جائیں گے جن کے ذریعہ سے صلیبی واقعہ کی اصل حقیقت کھل جائے گی۔ تب انجام ہوگا اور اس عقیدہ کی عمر پوری ہوجائے گی۔ لیکن نہ کسی جنگ اور لڑائی سے بلکہ محض آسمانی اسباب سے جو علمی اور استدلالی رنگ میں دنیا میں ظاہر ہوں گے ۔ پس ضرور تھا کہ آسمان ان امور اور شہادتوں اور ان قطعی اور یقینی ثبوتوں کو ظاہر نہ کرتا جب تک کہ مسیح موعود دنیا میں نہ آتا اور ایسا ہی ہوا۔ اور اب سے جو وہ موعود ظاہر ہوا ہر ایک کی آنکھ کھلے گی اور غور کرنے والے غور کریں گے کیونکہ خدا کا مسیح آ گیا۔ اب ضرور ہے کہ دماغوں میں روشنی اور دلوں میں توجہ اور قلموں میں زور اور کمروں میں ہمت پیدا ہو اور اب ہر ایک سعید کو فہم عطا کیا جائے گا اور ہر ایک رشید کو عقل دی جائے گی کیونکہ جو چیز آسمان میں چمکتی ہے وہ ضرور زمین کو بھی منور کرتی ہے۔''

(مسیح ہندوستان میں ۔روحانی خزائن جلد 15 صفحہ 64)

www.Budget-Hardware.de
Web Designing
Callshop اور Internet Cafe's
نیز کمپیوٹر کا ہر قسم کا سامان ارزاں نرخوں پر دستیاب ہے
+49 179 9702505 +49 611 58027984
info@budget-hardware.de www.budget-hardware.de

خطبہ جمعہ

حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہایت اعلیٰ مراتب پر فائز ہونے کے باوجود عاجزی وانکساری کے حیرت انگیز نمونے قائم فرمائے۔

(احادیث نبویہ کے حوالہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عجز وانکسار کے دلربا واقعات کا حسین تذکرہ)

خطبہ جمعہ سیدنا امیرالمومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز- فرمودہ 11/مارچ 2005ء بمطابق 11/امان 1384 ہجری شمسی بمقام مسجد بیت الفتوح۔ مورڈن، لندن (برطانیہ)

(خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريک له وأشهد أن محمداً عبده و رسوله-

أما بعد فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم- بسم الله الرحمٰن الرحيم -

الحمدلله رب العٰلمين - الرحمٰن الرحيم - مٰلک يوم الدين - إياک نعبد و إياک نستعين -

اهدنا الصراط المستقيم - صراط الذين أنعمت عليهم غير المغضوب عليهم ولا الضالين-

﴿وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا﴾۔ (سورۃ الفرقان آیت 64)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اور رحمٰن کے بندے وہ ہیں جو زمین پر فروتنی اور عاجزی کے ساتھ چلتے ہیں اور جب جاہل ان سے مخاطب ہوتے ہیں تو کہتے ہیں سلام۔

ان عبادالرحمٰن میں سے سب سے بڑے عبد رحمٰن وہ نبیوں کے سردار حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تھے جن کی قوت قدسی نے عبادالرحمٰن پیدا کئے۔ تکبر سے رہنے والوں کو عجز کے راستے دکھائے۔ ان کے ذہنوں سے غلام اور آقا اور امیر اور غریب کی تخصیص ختم کر دی۔ یہ سب انقلاب کس طرح آیا۔ یہ اتنی بڑی تبدیلی دلوں میں کس طرح پیدا ہوئی۔ کیا صرف پیغام پہنچانے سے؟ تعلیم دینے سے؟ نہیں، اس کے ساتھ ساتھ خود بھی عبدیت کے اعلیٰ معیار آپؐ نے قائم کئے۔ خود بھی یہ عاجزی اور انکساری کے نمونے دکھا کر اپنے عمل سے ثابت کر کے دکھایا کہ جو کچھ مَیں کہہ رہا ہوں اس کے اعلیٰ معیار بھی تمہارے سامنے پیش کر رہا ہوں۔ یہ عاجزی اور انکساری کے نمونے آپؐ نے عمل سے دکھائے کہ یہ میری زندگی کے ہر پہلو میں نظر آئیں گے۔ معاشرے کے غریب اور کمزور طبقے سے بھی میرا یہی سلوک ہے، جاہل اور اجڈ لوگوں سے بھی میرا یہی سلوک ہے، بڑوں سے بھی یہی سلوک ہے اور چھوٹوں سے بھی یہی سلوک ہے۔ اور یہی سلوک ہے جو میری زندگی کے ہر لمحے میں ہر ایک کے ساتھ تمہیں نظر آئے گا۔ اور یہی کچھ دیکھتے ہوئے خدا تعالیٰ نے آپؐ کو یہ سند عطا فرمائی کہ ﴿وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ﴾ (القلم:5)۔ یعنی ہم قسم کھاتے ہیں کہ تو اپنی تعلیم اور عمل میں نہایت اعلیٰ درجہ کے اخلاق پر قائم ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی اس قسم نے آپؐ کو عاجزی میں اور بھی بڑھایا۔ چنانچہ ایک روایت میں آتا ہے۔ حضرت حسین بن علیؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ مجھے میرے حق سے زیادہ بڑھا چڑھا کر پیش نہ کرو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بندہ پہلے بنایا ہے اور رسول بعد میں۔ (مجمع الزوائد ھیثمی جلد 9 صفحہ 21)

اور حضرت حسینؓ کا یہ جو بیان ہے یہ کسی شخص کے اُس رویّہ پر ہے جس نے آپؐ سے بے انتہا محبت کر کے غیر ضروری طور پر بعض الفاظ آپؐ کے لئے استعمال کر دیئے تھے۔ آپؐ نے فرمایا تم جو میرے لئے الفاظ استعمال کر رہے ہو مجھے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ بات اپنے لئے یاد ہے کہ یہ الفاظ آپ نے اپنے لئے فرمائے تھے کہ مجھے بھی میرے حق سے زیادہ بڑھا چڑھا کر پیش نہ کرو۔ پس یہ ہے عاجزی کی وہ اعلیٰ مثال جو آپؐ نے اپنی اولاد در اولاد میں بھی پیدا کر دی کہ یاد رکھو کہ میں بھی اللہ کا بندہ ہوں یعنی ﴿بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ﴾ (الکھف:111) کی وضاحت فرمائی اور پھر فرمایا کہ پھر یہ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ اس نے مجھ پر وحی نازل فرمائی اور اپنا رسول بنایا۔ یہ اعلیٰ درجہ کی ہدایت اور آپ کا جواب آپ کے مقام کو اور بھی بلند کرتا ہے۔ آپ کیونکہ ایک اعلیٰ درجہ کے عبد کامل تھے اس لئے یہ تعلیم دی اور اس پہ بڑا زور دیا کہ مجھے اللہ کا بندہ ہی سمجھنا۔

اس بارے میں ایک اور روایت میں آتا ہے، حضرت عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میری بہت زیادہ تعریف نہ کرو جس طرح عیسائی ابن مریم کی کرتے ہیں۔ مَیں صرف اللہ کا بندہ ہوں۔ پس تم صرف مجھے اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہی کہو۔ (بخاری کتاب احادیث الانبیاء۔ باب قول اللہ واذکر فی الکتب مریم......)۔ تو فرمایا کہ مَیں تو ایک عاجز انسان ہوں، ایک بشر ہوں، اللہ کا بندہ ہوں۔ ہاں اللہ تعالیٰ کے رسول ہونے کے ناطے، اللہ تعالیٰ کے حکموں پر چلتے ہوئے تم نے میری پیروی کرنی ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی آخری شریعت مجھ پر اتاری ہے اور یہ کامل اور مکمل تعلیم بھی اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ خدا کے مقام کو بندے کے مقام سے نہ ملاؤ۔ اور عیسائیوں کی طرح نہ کرنا جنہوں نے ایک عاجز انسان کو جو خدا کا نبی تھا اور نبی بھی ایک محدود قوم کے لئے تھا، اس عاجز انسان کو انہوں نے خدا کا بیٹا بنا لیا۔ باوجود اس کے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آپؐ کی اطاعت خدا تعالیٰ کی اطاعت کے برابر ہے لیکن آپ نے امت کو یہی تلقین کی کہ اس سے یہ نہ سمجھنا کہ میرا مقام بندگی سے بڑھ گیا ہے۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس ضمن میں فرماتے ہیں کہ:

”﴿قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ﴾ (الکہف:111) ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر دنیا میں کسی کامل انسان کا نمونہ موجود نہیں اور نہ آئندہ قیامت تک ہو سکتا ہے۔ پھر دیکھو کہ اقتداری معجزات کے ملنے پر بھی حضورؐ کے شامل حال ہمیشہ عبودیت ہی رہی اور بار بار ﴿اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ﴾ (الکہف:111) ہی فرماتے رہے۔ یہاں تک کہ کلمہ توحید میں اپنی عبودیت کا اقرار ایک جزو لازم قرار دیا۔ جس کے بدوں مسلمان، مسلمان ہی نہیں ہو سکتا۔ سوچو اور پھر سوچو، پس جس حال میں ہادی اکمل کی طرز زندگی ہم کو یہ سبق دے رہی ہے کہ اعلیٰ ترین مقام قرب پر بھی پہنچ کر عبودیت کے اعتراف کو ہاتھ سے نہیں دیا تو اور کسی کا تو ایسا خیال کرنا اور ایسی باتوں کا دل میں لانا ہی فضول اور عبث ہے“۔

(رپورٹ جلسہ سالانہ 1897ء صفحہ 140)

پھر روزمرہ کے معمولات ہیں ان میں بھی امت کی تربیت کے لئے کوئی موقع بھی آپؐ ہاتھ سے نہ جانے دیتے تھے جس سے آپؐ کے بشر ہونے اور عاجز ہونے کا اظہار نہ ہوتا ہو۔

چنانچہ ایک روایت میں آتا ہے، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی مگر اس میں کچھ کمی بیشی ہو گئی۔ جب آپؐ نے سلام پھیرا تو عرض کی گئی کہ کیا نماز میں کوئی نیا حکم نازل ہوا ہے۔ آپؐ نے فرمایا یہ کیا کہہ رہا ہے؟ تو صحابہؓ نے عرض کی کہ آپؐ نے اتنی نماز پڑھائی ہے، کچھ کم یا زیادہ تھی۔ یہ سن کر آپؐ قبلہ رخ مڑ گئے اور دو سجدے کئے۔ سجدہ سہو کیا، پھر سلام پھیرا، پھر ہماری طرف چہرہ کر کے فرمایا کہ اگر نماز کے بارے میں کوئی نیا حکم نازل ہوتا تو مَیں تمہیں ضرور بتاتا لیکن مَیں بھی تمہاری طرح ایک بشر ہوں۔ مَیں بھی بھولتا ہوں جس طرح کہ تم بھولتے ہو۔ پس جب مَیں بھول جاؤں تو مجھے یاد کروا دیا کرو۔ اور جب تم میں سے کسی کو نماز پڑھتے ہوئے شک گزرے کہ کتنی رکعتیں پڑھی ہیں تو چاہئے کہ وہ یقینی بات کو اختیار کرے اور پھر فرمایا کہ سجدہ سہو کر لیا کرو۔ (کتاب الصلوٰۃ باب التوحید نحوالقبلۃ حیث کان)

پھر حضرت ام سلمہؓ روایت کرتی ہیں کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم لوگ اپنے جھگڑے لے کر میرے پاس آتے ہو اور مَیں بھی ایک بشر ہوں اور ہو سکتا ہے کہ تم میں سے ایک اپنی دلیل پیش کرنے میں دوسرے سے زیادہ تیز ہو اور مَیں جو سنوں اس کے مطابق اس کے حق میں فیصلہ کر دوں۔ پس جس کو مَیں اس کے بھائی کے حق میں سے کچھ دوں تو وہ اس کو نہ لے کیونکہ ایسی صورت میں اس کو آگ کا ایک ٹکڑا کاٹ کر دے رہا ہوں گا۔ (البخاری کتاب الجہاد والسیر باب حفر الخندق)۔ باوجود اس کے کہ اللہ تعالیٰ گواہی دیتا ہے کہ آپؐ کامل انسان تھے اور ظاہر ہے کہ کامل انسان کی فراست بھی ایک اعلیٰ درجہ پر پہنچی ہوئی فراست تھی۔ اور اس فراست سے بھی آپؐ جھوٹ اور سچ کا کچھ اندازہ لگا سکتے تھے لیکن ایک بشر ہونے کا احساس آپؐ کو اس قدر تھا، فرمایا کہ اگر مجھ سے اپنے حق میں غلط فیصلہ کرواؤ گے تو آگ کا ٹکڑا کھاؤ گے۔

آج کل دیکھ لیں ایک معمولی عقل والا انسان بھی ہو، کوئی اس کو فیصلے کا اختیار دیا جائے تو وہ کہہ دیتا ہے کہ مجھے تمہاری باتوں سے اندازہ ہو گیا ہے۔ اتنی فراست مجھ میں ہے کہ میں سچ اور جھوٹ کو دیکھ لوں۔ لیکن آپؐ کا ایک بڑا محتاط طریقہ تھا۔ پھر ہم دیکھتے ہیں کہ لوگوں کے ساتھ آپؐ عاجزی اور انکسار کا کس طرح اظہار فرمایا کرتے تھے۔

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے، وہ کہتی ہیں کہ کوئی شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر حسن خلق کا مالک نہیں تھا۔ کبھی ایسا نہیں ہوا کہ صحابہ میں سے یا اہل بیت میں سے کسی نے آپؐ کو بلایا ہو اور آپ نے اس کو 'لبیک' یا 'حاضر ہوں' کہہ کر جواب نہ دیا ہو۔ حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ اسی وجہ سے قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ﴾۔ (القلم:5) کہ تو خلق عظیم پر فائز کیا گیا ہے۔ تو دیکھیں بادشاہ دو جہان اللہ کا سب سے پیارا، آخری نبی لیکن عاجزی کی یہ انتہا کہ ہر بلانے والے کو ایک عام آدمی کی طرح جواب دے رہے ہیں کہ مَیں حاضر ہوں۔ بلکہ عام آدمی سے بھی بڑھ کر عاجزی دکھاتے ہوئے۔

پھر حضرت ابوامامہؓ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہم نے دیکھا کہ حضورؐ اپنی سوٹی کو ٹیکتے ہوئے ہماری طرف آ رہے ہیں۔ ہم حضور کو دیکھ کر احتراماً کھڑے ہو گئے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ نہیں بیٹھے رہو اور دیکھو جس انداز میں عجمی ایک دوسرے کے احترام کے لئے کھڑے ہوتے ہیں تم ایسے نہ کھڑے ہوا کرو۔ پھر آپؐ نے فرمایا کہ مَیں تو اللہ کا صرف ایک بندہ ہوں۔ اس کے دوسرے بندوں کی طرح مَیں بھی کھاتا پیتا ہوں اور انہیں کی طرح اُٹھتا بیٹھتا ہوں۔

(الشفاء لقاضی عیاض باب تواضعہ)

پھر حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ آپؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی کی طرف رخ پھیرتے تو پورا رخ پھیرتے۔ نظر ہمیشہ نیچی رہتی۔ یوں لگتا جیسے فضا کی نسبت زمین کی طرف آپؐ کی نظر زیادہ پڑتی ہے۔ آپؐ اکثر نیم وا آنکھوں سے دیکھتے، اپنے صحابہؓ کے پیچھے پیچھے چلتے اور جب کبھی خاص جگہوں پہ جانا ہوتا تو ان کا خیال رکھتے۔ ہر ملنے والے کو سلام میں پہل کرتے۔ (شمائل ترمذی باب خلق رسول اللہ ﷺ)۔ اور آپؐ کا یہ صحابہؓ کے ساتھ اس طرح گھل مل کر بیٹھنا اور کوئی تخصیص نہ ہونا بعض نئے آنے والوں کو مشکل میں ڈال دیتا تھا۔ جو آپؐ کو جانتے نہ تھے ان کے لئے آپؐ کو پہچاننا مشکل ہو جایا کرتا تھا۔

چنانچہ ایک روایت میں آتا ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت فرما کر جب مدینہ میں وارد فرما ہوئے تو دوپہر کا وقت تھا۔ دھوپ کی شدت تھی۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک درخت کے سائے میں تشریف فرما ہوئے۔ لوگ جوق در جوق آنے لگے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے جو آپؐ کے ہم عمر ہی تھے۔ اہل مدینہ بیان کرتے ہیں کہ ہم میں سے اکثر نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے قبل نہ دیکھا تھا۔ لوگ آپؐ کے پاس آنے لگے مگر حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وجہ سے آپؐ کو نہ پہچانتے تھے۔ پہچاننا مشکل ہو گیا۔ تو آپؐ اس قدر عاجزی اور سادگی کے ساتھ تشریف فرما تھے کہ سب لوگ حضرت ابوبکرؓ کو ہی سمجھنے لگے کہ وہ ہی نبی ہیں، رسول خدا ہیں۔ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ محسوس کیا تو کھڑے ہو گئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنی چادر سے سایہ کرنے لگے جس سے لوگوں نے جان لیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کون ہیں۔ (سیرت ابن ھشام باب منازل رسول اللہ ﷺ بالمدینۃ)

پھر آپؐ کی انتہائی عاجزی کا ایک اور روایت میں یوں ذکر آتا ہے۔ حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے آ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے فرمایا: اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم)، اے ہم میں سے سب سے بہترین اور اے ہم میں سے بہترین لوگوں کی اولاد، اور اے ہمارے سردار اور ہمارے سرداروں کی اولاد! آپ نے سنا تو فرمایا کہ دیکھو تم اپنی اصل بات کہو اور شیطان کہیں تمہاری پناہ نہ لے لے۔ مَیں محمد بن عبداللہ ہوں اور اللہ کا رسول ہوں۔ مَیں نہیں چاہتا کہ تم لوگ میرا مقام اس سے بڑھا چڑھا کر بتاؤ جو اللہ نے مقرر فرمایا ہے۔ یہ ساری باتیں جو آنے والے نے کہی تھیں سچ تھیں ایک بھی غلط نہیں تھی لیکن آپؐ کی عاجزی نے یہ گوارا نہ کیا کہ اس طرح کوئی آپؐ کی تعریف کرے۔ فوراً اسے ٹوک دیا۔ کسی دنیاوی بادشاہ کے دربار میں جائیں بلکہ کسی عام امیر آدمی کے پاس ہی چلے جائیں تو جب تک اس کی تعریف نہ کریں وہ آپ کی بات سننا نہیں چاہتا۔ اکثر یہی ہوتا ہے اور وہ بھی جھوٹی تعریفیں ہوتی ہیں، مبالغہ سے پُر ہوتی ہیں۔ لیکن آپؐ کے بارے میں حقیقت بیان کی جا رہی ہے اس کو بھی آپ کہہ رہے ہیں کہ نہیں اس طرح بیان نہ کرو۔ پھر باوجود اس کے کہ آپؐ کو اپنے اعلیٰ مقام کا خوب خوب علم تھا لیکن عاجزی کا اظہار اس سے بڑھ کر تھا۔

حضرت ابوسعیدؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مَیں بنی آدم کا سردار ہوں مگر اس میں کوئی فخر کی بات نہیں اور قیامت کے دن سب سے پہلے مجھ سے زمین کو پھاڑا جائے گا۔ مگر اس میں کوئی فخر کی بات نہیں۔ قیامت کے دن مَیں سب سے پہلے شفاعت کرنے والا ہوں گا۔ اور سب سے پہلا ہوں گا جس کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ لیکن وَلَافَخْر اس میں کوئی فخر کی بات نہیں۔ اور قیامت کے دن حمد کا جھنڈا میرے ہاتھ میں ہوگا۔ لیکن اس میں کوئی فخر نہیں۔

(ابن ماجہ کتاب الزھد باب ذکر الشفاعۃ)

پھر سفروں یا جنگوں وغیرہ پر جاتے ہوئے بھی سواریوں کی کمی کی وجہ سے جو سلوک دوسرے قافلے والوں کے ساتھ ہوا کرتا تھا آپؐ اپنے لئے بھی وہی پسند فرمایا کرتے تھے۔

چنانچہ روایت میں آتا ہے کہ جنگ بدر کے موقع پر جب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم جنگ کے لئے تشریف لے گئے تو صرف ستر سواریاں تھیں اور تمام صحابہ ان پر سوار نہ ہو سکتے تھے چنانچہ تین تین اور چار چار صحابہ باری باری ایک ایک اونٹ پر سوار ہوتے تھے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بھی کوئی الگ اونٹ نہ تھا۔ آپؐ اور حضرت علیؓ اور مرثد بن ابی مرثد، ایک اونٹ پر باری باری سوار ہوتے تھے۔ (سیرت ابن ھشام باب خروج رسول اللہ ﷺ الی بدر)۔ اور باوجود اصرار کے بھی آپؐ نہیں مانا کرتے تھے کہ نہیں اسی طرح باری کے حساب سے ہم بیٹھیں گے۔

پھر ایک روایت میں آتا ہے عبداللہؓ بن جبیر بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کے ساتھ کہیں تشریف لے جا رہے تھے۔ آپؐ کے لئے کپڑے کا سایہ کیا گیا۔ جب آپ نے سایہ دیکھا اور سر اوپر اٹھایا اور دیکھا آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو کپڑے سے سایہ کیا جا رہا ہے۔ آپ نے فرمایا رہنے دو۔ کپڑا لے کر رکھ دیا اور فرمانے لگے مَیں بھی تمہاری طرح کا انسان ہوں۔

(مجمع الزوائد جلد 9)

پھر ایک روایت میں ایک سفر کا حال یوں بیان ہوا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے کچھ صحابہ کے ساتھ سفر پر تھے۔ راستہ میں کھانا تیار کرنے کا وقت آیا تو ہر ایک نے اپنے اپنے ذمے کچھ کام لئے۔ کسی نے بکری ذبح کرنے کا کام لیا تو کسی نے کھال اتارنے کا، اور کسی نے اسے پکانے کی ذمہ داری لی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مَیں جنگل سے لکڑیاں اکٹھی کر کے لاؤں گا۔ صحابہ نے عرض کیا حضور! ہم کام کرنے کے لئے کافی ہیں۔ آپؐ کیوں تکلیف کرتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا مَیں جانتا ہوں لیکن مَیں امتیاز پسند نہیں کرتا کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے اس بندے کو ناپسند کرتا ہے جو اپنے ساتھیوں میں امتیازی شان کے ساتھ رہنا پسند کرتا ہو۔

پھر باوجود اس کے کہ بعض کاموں کے لئے کارندے مقرر کئے ہوئے تھے لیکن آپ کے پاس وقت ہوتا تھا تو وہ کام خود بھی کر لیا کرتے تھے۔ چنانچہ ایک روایت میں آتا ہے۔ عبداللہ بن طلحہؓ سے روایت

سب کچھ تیری عطا ہے گھر سے تو کچھ نہ لائے

Nayaab Travel Fernreisen

احمدی احباب کے لئے ڈسلڈورف میں دنیا بھر کے خوشگوار سفر اور کم قیمت ٹکٹوں کے لئے ایک ہی نام۔ نایاب ٹریول۔

مزید معلومات اور فوری بکنگ کے لئے بی۔ بیگ اور نصیر بیگ سے رابطہ کریں

لندن جانے کے لئے فیری کے سستے ٹکٹ ہم سے خرید فرمائیں

Tel: 00 49 - 211 - 2205611 Fax: 00 49 - 211 - 220 5613

e-mail: nayaab@web.de

Pionier Str. 15 40215 - Dusseldorf (Germany)

ہے، کہتے ہیں کہ مجھ سے انس بن مالکؓ نے کہا کہ صبح کے وقت میں ابوطلحہ کے ساتھ اس کے نومولود بیٹے کو گھٹی دلوانے کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا۔ مَیں نے دیکھا کہ اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں اونٹ داغنے کا آلہ تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم زکوٰۃ کے اونٹوں کو نشان لگا رہے تھے۔ جو زکوٰۃ میں بیت المال کے پاس اونٹ آئے تھے ان کو نشان لگا رہے تھے۔ (بخاری کتاب الزکاۃ باب وسم الامام ابل الصدقۃ)۔ آپ اس انتظار میں نہیں رہے کہ بیت المال کے اونٹ ہیں جن لوگوں کے سپرد یہ کام کیا ہوا ہے وہ خود آ کر یہ کام کرلیں گے۔ بلکہ جب دیکھا کہ وقت ہے تو ایک عام کارکن کی طرح خود ہی یہ کام سرانجام دینے لگے۔

پھر گھر کے کام کاج بھی آپ ایک عام آدمی کی طرح کیا کرتے تھے۔ پہلے بھی ذکر آچکا ہے اور یہی آپ فرماتے تھے کہ مَیں تو محض ایک انسان ہوں اور عام انسانوں کی طرح کھاتا پیتا ہوں اور اٹھتا بیٹھتا ہوں اور اس لئے مَیں کام بھی کرتا ہوں۔

پھر ایک روایت میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر میں، اپنے اہل خانہ کے ساتھ گھریلو کام کاج میں مدد فرماتے تھے۔ آپؐ کپڑے خود دھو لیتے تھے۔ گھر میں جھاڑو بھی دے لیا کرتے تھے۔ خود اونٹ کو باندھتے تھے۔ اپنے پانی لانے والے جانور اونٹ وغیرہ کو خود چارہ ڈالتے تھے۔ بکری خود دوہتے تھے، اپنے ذاتی کام بھی خود کر لیتے تھے۔ خادم سے کوئی کام لیتے تو اس میں اس کا ہاتھ بھی بٹاتے تھے۔ حتیٰ کہ اس کے ساتھ مل کر آٹا بھی گوندھ لیتے۔ بازار سے اپنا سامان خود اٹھا کر لاتے۔ (مسند احمد بن حنبل جلد 6 صفحہ 49 و 121۔ اسد الغابہ جلد 1 صفحہ 29۔ مشکوٰۃ صفحہ 520)۔ اب جو گھر میں کام ہو رہے ہیں وہ تو کسی کو باہر نظر نہیں آ رہے لیکن بازار سے جب سامان لا رہے ہیں کبھی اس بات کو عار نہیں سمجھا کہ خود اپنی چیزیں بازار سے اٹھا کر لاؤں گا تو لوگ کیا کہیں گے۔ یہ اس معاشرے میں جہاں بڑائی کا بہت زیادہ اظہار ہوتا تھا اس معاشرے میں یہ ایک عجیب چیز تھی۔ کبھی بھی آپؐ کو اس جھوٹی عزت کی پرواہ نہیں تھی۔

پھر حضرت ابومسعودؓ روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے مخاطب ہوئے تو وہ تھر تھر کانپنے لگا۔ آپؐ نے فرمایا کہ اپنے آپ کو سنبھالو مَیں کوئی بادشاہ نہیں بلکہ ایک ایسی عورت کا بیٹا ہوں جو سوکھا گوشت کھایا کرتی تھی۔ (سنن ابن ماجہ کتاب الأطعمۃ باب القدید)۔ تو اپنی عاجزی کا اظہار فرمایا۔ آپؐ کو یہ برداشت نہ تھا کہ کوئی آپؐ کو ایک عام انسان سے زیادہ سمجھے۔ یہ تو دنیاداروں کی نشانی ہے کہ وہ اپنے آپ کو عام انسانوں سے بڑا سمجھتے ہیں اور یہ ذہنیت اس تکبر کی وجہ سے ہوتی ہے جو ایک دنیادار کے ذہن میں ہوتا ہے اور آپؐ جو عاجزی کے اعلیٰ ترین خلق پر قائم تھے کس طرح برداشت کر سکتے تھے کہ کوئی آپؐ سے اس طرح خوفزدہ ہو جس طرح متکبر بادشاہ سے لوگ خوفزدہ ہوتے ہیں۔

اس بارے میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس واقعے کا یوں ذکر فرمایا ہے۔ فرماتے ہیں کہ:

''دیکھو ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کامیابیاں اگرچہ ایسی تھیں کہ تمام انبیاء سابقین میں اس کی نظیر نہیں ملتی مگر آپؐ کو خدا تعالیٰ نے جیسی جیسی کامیابیاں عطا کیں آپؐ اتنی ہی فروتنی اختیار کرتے گئے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک شخص آپؐ کے حضور پکڑ کر لایا گیا۔ آپؐ نے دیکھا تو وہ بہت کانپتا تھا اور خوف کھاتا تھا۔ مگر جب وہ قریب آیا تو آپؐ نے نہایت نرمی اور لطف سے دریافت فرمایا کہ تم ایسے ڈرتے کیوں ہو؟ آخر میں بھی تمہاری طرح ایک انسان ہی ہوں اور ایک بڑھیا کا فرزند ہوں''۔ (ملفوظات جلد 5 صفحہ 548 جدید ایڈیشن)

پھر معاشرے کے دھتکارے ہوئے طبقے، غریب لوگ بلکہ ذہنی طور پر کمزور لوگوں کے لئے بھی آپؐ انتہائی عاجزی سے ان کا خیال کیا کرتے تھے اور ان کے ساتھ عزت اور احترام سے پیش آیا کرتے تھے۔

چنانچہ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک مجلس میں اپنے صحابہ کے ساتھ تشریف فرما تھے کہ مدینہ کی ایک عورت جس کی عقل میں کچھ فتور تھا، حضورؐ کے پاس آئی اور عرض کیا کہ مجھے آپؐ سے کچھ کام ہے۔ لیکن آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے ان لوگوں کے سامنے بات نہیں کرنا چاہتی میرے ساتھ آکر علیحدگی میں سنیں۔ حضورؐ نے اس کی بات سن کر فرمایا کہ اے فلاں! تو مدینہ کے راستوں میں سے جس راستے پر تو چاہے میں وہاں تیرے ساتھ جاؤں گا۔ وہاں بیٹھ کر تیری بات سنوں گا اور جب تک تیری بات سن کر تیری ضرورت پوری نہ کر دوں وہاں سے نہیں ہٹوں گا۔ حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ حضورؐ کی بات سن کر وہ حضورؐ کو ایک راستہ پر لے گئی۔ وہاں جا کر بیٹھ گئی۔ حضور بھی اس کے ساتھ بیٹھ گئے اور جب تک اس کی بات سن کر اس کا کام نہ کر دیا حضور وہیں بیٹھے رہے۔ (مسلم کتاب الفضائل باب قربۃ من الناس)۔ اب یہ نہیں کہ بے عقل ہے، غریب ہے، چھوڑ دیا بلکہ اس سے بھی انتہائی عاجزی سے پیش آئے۔

پھر ایک واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ:

''خالی شیخیوں سے اور بے جا تکبر اور بڑائی سے پرہیز کرنا چاہئے اور انکساری اور تواضع اختیار کرنی چاہئے۔ دیکھو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو حقیقتاً سب سے بڑے اور مستحق بزرگی تھے ان کے انکسار اور تواضع کا ایک نمونہ قرآن شریف میں موجود ہے۔ لکھا ہے کہ ایک اندھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر قرآن شریف پڑھا کرتا تھا۔ ایک دن آپؐ کے پاس عمائد مکہ اور رؤسا شہر جمع تھے اور آپؐ ان سے گفتگو میں مشغول تھے۔ باتوں میں مصروفیت کی وجہ سے کچھ دیر ہو جانے سے وہ نابینا اٹھ کر چلا گیا۔ یہ ایک معمولی بات تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے متعلق سورۃ نازل فرمادی۔ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کے گھر میں گئے اور اسے ساتھ لا کر اپنی چادر مبارک بچھا کر بٹھایا۔ اصل بات یہ ہے کہ جن لوگوں کے دلوں میں عظمت الٰہی ہوتی ہے ان کو لازماً خاکسار اور متواضع بننا ہی پڑتا ہے کیونکہ وہ خدا تعالیٰ کی بے نیازی سے ہمیشہ ترساں و لرزاں رہتے ہیں''۔

(ملفوظات جلد 5 صفحہ 611-612 جدید ایڈیشن)

پھر دیکھیں اس عاجزی کا ایک اور اعلیٰ نمونہ۔ آپؐ جن کے منہ سے نکلے ہوئے ہر کلمے کو خدا تعالیٰ قبولیت کا شرف بخشتا تھا یہاں تک کہ آپؐ کو یہ دعا بھی کرنی پڑی کہ یا اللہ! بعض دفعہ میں کسی کو مذاق میں یا ویسے ہی کوئی بات کہہ دیتا ہوں تو کہیں اس کی وجہ سے اس کو پکڑ میں نہ لے لینا بلکہ اس کے بد اثر سے اس کو محفوظ رکھنا۔ جس ہستی کا یہ یقین ہو کہ اللہ تعالیٰ میری اتنی سنتا ہے کہ عام کہی ہوئی بات سے بھی کوئی پکڑ میں نہ آجائے تو اس کے باوجود وہ اپنے لئے کسی دوسرے کو دعا کے لئے کہے تو یہ عاجزی کی انتہا نہیں تو اور کیا ہے۔

چنانچہ ایک روایت میں آتا ہے حضرت عمرؓ نے عمرہ پر جانے کے لئے اجازت چاہی تو آپ نے اجازت دیدی اور کمال انکسار سے فرمایا کہ اے میرے بھائی! ہمیں اپنی دعاؤں میں نہ بھولنا۔ حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ مجھے اس بات سے اتنی خوشی ہوئی کہ ساری دنیا بھی مل جاتی تو اتنی خوشی نہ ہوتی۔ (ابوداؤد کتاب الصلوٰۃ باب الدعاء)۔ حضرت عمرؓ کو یہ خوشی یقیناً اس بات سے بھی ہوئی ہو گی اور یقین ہوگا کہ آپؐ کے یہ فرمانے کے بعد میری دوسری بھی تمام دعائیں قبول ہو جائیں گی۔ کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ کی دعاؤں کی قبولیت کی بھی یقیناً دعا کی ہوگی۔

پھر دیکھیں عاجزی کی انتہا ہے اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو تمام انبیاء پر فضیلت دی۔ آپ کو خاتم النبیّین فرمایا ہے۔ تمام امتوں کی فلاح آپؐ کے ہاتھ پر اکٹھا ہونے میں رکھی ہے۔ لیکن جب ایک مسلمان اور یہودی کی لڑائی ہوتی ہے تو آپ مسلمان کو نصیحت کرتے ہیں، سرزنش کرتے ہیں۔ چنانچہ روایت میں آتا ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک یہودی اور مسلمان کا آپس میں جھگڑا ہو گیا۔ مسلمان نے کہا اس ذات کی قسم جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام جہانوں پر فضیلت عطا فرمائی اور چن لیا۔ اس پر یہودی نے کہا اس ذات کی قسم جس نے موسیٰ کو تمام جہانوں پر فضیلت دی اور چن لیا۔ اس پر مسلمان نے ہاتھ اٹھایا اور یہودی کو تھپڑ دے مارا۔ یہودی شکایت لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا اور تمام واقعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گوش گزار کیا۔ آپؐ نے اس مسلمان کو بلا کر اس واقعہ کے بارے میں پوچھا اور تفصیل سن کر اس مسلمان پر ناراض ہوئے اور فرمایا لَا تُخَیِّرُوْنِیْ عَلٰی مُوْسٰی مجھے موسیٰؑ پر فضیلت نہ دو۔

(بخاری کتاب الخصومات باب ما یذکر فی الاشخاص والخصومۃ بین المسلم والیہود)

Fozman Foods

BUYING GROUP FOR GROCERS & C.T.N. SHOPS

2 SANDY HILL ROAD, ILFORD, ESSEX

TEL: 020 8553-3611

پھر دیکھیں اللہ تعالیٰ کے خوف اور عاجزی کی ایک اور مثال۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی بھی (اپنے اعمال کی وجہ سے نجات نہ پائے گا)۔ صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا آپؐ بھی؟ فرمایا: ہاں مَیں بھی اپنے اعمال کی وجہ سے نجات نہیں پاؤں گا۔ لیکن اللہ تعالیٰ مجھے اپنی رحمت کے سائے میں لے لے گا۔ (یعنی اس کی رحمت کے نتیجہ میں مجھے نجات ملے گی)۔ پس تم سیدھے رہو اور (شریعت کے) قریب رہو اور صبح وشام اور رات کے اوقات میں (عبادت کے لئے) نکلو اور میانہ روی اختیار کرو اور میانہ روی اختیار کرو تو تم اپنی مراد کو پہنچ جاؤ گے‘‘۔

(بخاری کتاب الرقاق باب کیف کان عیش النبیؐ واصحابه وتخلیهم من الدنیا)

دیکھیں جس نبی کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرما دیا کہ اس نبی کی بیعت بھی خدا تعالیٰ کی بیعت ہے۔ وہ یہ نہیں کہہ رہا کہ میرے سے وہ کام ہو ہی نہیں سکتے جو خدا تعالیٰ کی رضا کے خلاف ہوں بلکہ اپنی بشریت کو سامنے رکھتے ہوئے یہ فرما رہے ہیں کہ مجھے بھی اپنے اعمال کی وجہ سے کچھ نہیں ملے گا بلکہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کے فضل کی وجہ سے ملے گا۔

ایک اور موقع پر اپنے عزیزوں کو اور اپنی بیٹی فاطمہ کو کہا کہ تم لوگ یہ نہ سمجھنا کہ میرے ساتھ تعلق، میرے ساتھ پیار یا محبت یا میرا تم سے پیار یا محبت تمہیں بخش دے گا، تمہاری بخشش کے سامان پیدا کر دے گا۔ فرمایا کہ بلکہ تم لوگ اللہ تعالیٰ کا فضل حاصل کرنے کی کوشش کرو۔ یہ کبھی نہ سمجھنا کہ خدا تعالیٰ تم سے اس لئے درگزر فرمائے گا کہ تم رسول کی بیٹی ہو (فاطمہؓ کو فرمایا تھا)۔ باوجود اس کے کہ آپؐ کو شفاعت کا حق دیا گیا تھا۔ آپؐ نے یہ نہیں فرمایا کہ اے فاطمہ! میری لاڈلی بیٹی تیرے تھوڑے عمل بھی ہوں گے تو مَیں اللہ تعالیٰ کے حضور تیری شفاعت کروں گا تو بخش دی جائے گی۔ فرمایا میری کوئی حیثیت نہیں ہے۔ پس اس کا فضل اور رحم ہر وقت مانگنے کی کوشش کرو۔ کیونکہ مجھے بھی اس کے رحم کی چادر نے ہی لپیٹنا ہے۔

پھر دیکھیں عاجزی کا وہ نظارہ جہاں اگر کوئی اور ہو تو فخر سے سر اونچا ہو اور چہرے سے رعونت ٹپکتی ہو، تکبر ہو۔ فتح حاصل کر لینے کے بعد دشمن کے بچوں اور بوڑھوں کو بھی چیونٹیوں کی طرح کچل دیا جاتا ہے لیکن جس شان اور طاقت سے آپؐ نے مکہ فتح کیا اس وقت آپؐ کے دل کی جو کیفیت تھی اس کا اظہار بھی بے اختیار آپؐ کے عمل سے ہو گیا۔ اس عمل کا نقشہ تاریخ نے یوں کھینچا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب دس ہزار قدوسیوں کے جلو میں فاتحانہ شان سے مکہ میں داخل ہوئے وہ دن آپ کے لئے بہت خوشی اور مسرت اور عظمت کے اظہار کا دن تھا۔ مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے ان فضلوں کے اظہار پر خدا کی راہ میں بچھے جاتے تھے۔ خدا نے جتنا بلند کیا آپ انکساری میں اور بڑھتے جا رہے تھے۔ یہاں تک کہ جب مکہ میں داخل ہوئے تو آپؐ کا سر جھکتے جھکتے اونٹ کے کجاوے سے جا لگا۔ جس کجاوہ پر بیٹھے ہوئے تھے اس کے آگے ابھرے ہوئے حصے سے جا لگا اور اللہ تعالیٰ کے نشانوں پر اس کی حمد وثنا میں مشغول تھے۔

(سیرۃ ابن هشام باب وصول النبیؐ ذی طوی جلد 2صفحه 405)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس بارے میں فرماتے ہیں:

’’عُـلُـوّ جو خدا تعالیٰ کے خاص بندوں کو دیا جاتا ہے‘‘ یعنی بلندی اور اعلیٰ مقام ’’وہ انکسار کے رنگ میں ہوتا ہے۔ اور شیطان کا عُـلُوّ استکبار سے ملا ہوا تھا‘‘ یعنی شیطان کی بلندی تکبر میں ہوتی ہے۔ ’’دیکھو ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مکّہ کو فتح کیا تو آپؐ نے اسی طرح اپنا سر جھکایا اور سجدہ کیا جس طرح ان مصائب اور مشکلات کے دنوں میں جھکاتے اور سجدے کرتے تھے جب اسی مکّہ میں آپؐ کی ہر طرح سے مخالفت کی جاتی اور دکھ دیا جاتا تھا جب آپؐ نے دیکھا کہ میں کس حالت میں یہاں سے گیا تھا اور کس حالت میں اب آیا ہوں تو آپؐ کا دل خدا کے شکر سے بھر گیا اور آپ نے سجدہ کیا‘‘۔ (ملفوظات جلد 2صفحه 404حاشیه جدید ایڈیشن)۔ پس یہ ہے عاجزی کی وہ اعلیٰ ترین مثال جو طاقت و فتح حاصل کر لینے کے بعد آپؐ نے دکھائی۔ اور پھر اللہ تعالیٰ نے بھی آپؐ کی اس عاجزی کو کس طرح انعامات سے نوازا۔

ایک روایت میں آتا ہے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ اسرافیل نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی اس تواضع کی بدولت جو آپؐ نے اس کے لئے اختیار کی یہ انعام عطا کیا ہے کہ آپؐ قیامت کے روز تمام بنی آدم کے سردار ہوں گے۔ سب سے اول حشر بھی آپؐ کا ہوگا۔ سب سے پہلے شفیع بھی آپؐ ہوں گے۔

حجۃ الوداع کے موقع پر جو آپؐ نے دعا کی اس کے الفاظ یہ تھے۔ اے اللہ! تو میری باتوں کو سنتا ہے اور میرے حال کو دیکھتا ہے۔ میری پوشیدہ باتوں اور ظاہر امور سے خوب واقف ہے۔ میرا کوئی بھی معاملہ تجھ پر کچھ بھی تو مخفی نہیں ہے مَیں ایک بدحال فقیر اور محتاج ہی تو ہوں۔ تیری مدد اور پناہ کا طالب ہوں، سہما اور ڈرایا ہوا، اپنے گناہوں کا اقراری اور معترف ہو کر تیرے پاس چلا آیا ہوں۔ مَیں تجھ سے ایک عاجز مسکین کی طرح سوال کرتا ہوں۔ ہاں تیرے حضور میں ایک ذلیل گناہگار کی طرح زاری کرتا ہوں۔ ایک اندھے نابینے کی طرح ٹھوکروں سے خوفزدہ تجھ سے دعا کرتا ہوں۔ میری گردن تیرے آگے جھکی ہوئی ہے اور میرے آنسو تیرے حضور بہہ رہے ہیں۔ میرا جسم تیرا مطیع ہو کر سجدے میں گرا پڑا ہے اور ناک خاک آلودہ ہے۔ اے اللہ تو مجھے اپنے حضور دعا کرنے میں بدبخت نہ ٹھہرا دینا اور میرے ساتھ مہربانی اور رحم کا سلوک فرمانا۔ اے وہ جو سب سے بڑھ کر التجاؤں کو قبول کرتا ہے اور سب سے بہتر عطا فرمانے والا ہے۔ (مجمع الزوائدھیثمی مطبوعه بیروت۔ جلد 3صفحه 252 وطبرانی جلد 11صفحه 174بیروت)

دیکھیں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کتنی تسلیاں اور انعامات ملنے کے باوجود قرآن کریم میں کئی جگہ ان کا ذکر ہے۔ اس بات کو ہمیشہ پیش نظر رکھا کہ مَیں ہوں تو اللہ کا ایک بندہ ہی۔ ہوں تو ایک بشر ہی اس لئے آخر تک اس عاجزی کے ساتھ اپنے خدا سے اس کا رحم اور فضل مانگتے رہے۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:

’’خدا تعالیٰ کی رضا میں فانی لوگ نہیں چاہتے کہ ان کو کوئی درجہ اور امامت دی جاوے۔ وہ ان درجات کی نسبت گوشہ نشینی اور تنہا عبادت کے مزے لینے کو زیادہ پسند کرتے ہیں۔ مگر ان کو خدا تعالیٰ کشاں کشاں خلق کی بہتری کے لئے ظاہر کرتا اور مبعوث فرماتا ہے۔ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی تو غار میں ہی رہا کرتے تھے اور نہیں چاہتے تھے کہ ان کا کسی کو پتہ بھی ہو۔ آخر خدا تعالیٰ نے ان کو باہر نکالا اور دنیا کی ہدایت کا بار ان کے سپرد کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہزاروں شاعر آتے اور آپؐ کی تعریف میں شعر کہتے تھے مگر لعنتی ہے وہ دل جو خیال کرتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کی تعریفوں سے پھولتے تھے۔ وہ ان کو مردہ کیڑے کی طرح خیال کرتے تھے۔ مدح وہی ہوتی ہے جو خدا آسمان سے کرے۔ یہ لوگ محبت ذاتی میں غرق ہوتے ہیں۔ ان کو دنیا کی مدح وثنا کی پرواہ نہیں ہوتی۔ تو یہ مقام ایسا ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ آسمان اور عرش سے ان کی تعریف اور مدح کرتا ہے۔ (ملفوظات جلد 3صفحه 187 جدید ایڈیشن)

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ۔

BELA BOUTIQUE

ہر موسم اور موقع کے لئے زنانہ ملبوسات، فینسی سینڈلز،

مردانہ سوٹ، اچکن، پرنس سوٹ اور کھلا کپڑا

اس کے علاوہ کپڑوں کی سلائی اور مرمت Anderung کا مکمل انتظام ہے

Kaiser Str. 64 (Kaiserpassage-Laden 31-33) 60329 Frankfurt (Germany)

Tel: 069-24279400 - e:mail- BELAboutique@aol.com

M. S. DOUBLE GLAZINGLTD

Supplier & Installers

UPVC Windows, Doors, Porches, Patio Doors, Conservatries

For Friendly Quote Please Contact Muhammad Sajid Qamar

Tel: 020 8664 8040 Mobile:07734470783 Fax: 020 8665 6685

Free Estimate, Grade 'A' Quality Material, Competitive Price, 10Years Guarantee

احمدی بہن بھائیوں کے لئے خوشخبری! ڈبل گلیزنگ کا نہایت معیاری کام۔ اے گریڈ کوالٹی کا میٹریل مناسب دام

سوسال پہلے

تاریخ احمدیت سے 1905ء کے اہم واقعات اور تائیدات الٰہیہ پر ایک نظر

(حبیب الرحمن زیروی)

قسط نمبر 2

’’آہ نادر شاہ کہا گیا‘‘

۵ رمئی ۱۹۰۵ء کو حضرت مسیح موعودؑ کو ایک رؤیا میں یہ الفاظ لکھے ہوئے دکھلائے گئے۔ ’’آہ نادر شاہ کہاں گیا‘‘ یہ مختصر الفاظ اپنے اندر افغانستان کی حکومت کے متعلق ایک زبردست انقلاب کی پیشگوئی پر مشتمل تھے جو ۸ ردسمبر ۱۹۳۳ء کو بڑی شان سے پوری ہوئی۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ ۱۹۲۹ء میں جب امیر امان اللہ خاں صاحب (ولادت ۱۸۹۲ء) والیٔ افغانستان کی حکومت کا تختہ امیر حبیب اللہ خاں صاحب نے الٹ دیا تو افغانوں نے نادر خاں صاحب (۱۸۸۰ء۔۱۹۳۳ء) کو فرانس سے بلوا کر تخت حکومت ان کے سپرد کر دیا۔ اس دن سے نادر خاں صاحب نے اپنے خاندانی اور ملکی لقب ’’خان‘‘ کو چھوڑ کر ’’شاہ‘‘ کا لقب اختیار کیا اور نادر شاہ کہلانے لگے جو حضرت مسیح موعود کی پیشگوئی کے مطابق ایک غیر معمولی تغیر تھا۔ اس کے تین سال بعد ۸ رنومبر ۱۹۳۳ء کو عین دن کے وقت نادر شاہ کو عبدالخالق نامی ایک شخص کے ذریعہ سے مجمع عام میں قتل کر دیا گیا۔ اس طرح نادر شاہ صاحب کی بے وقت اور اچانک موت سے اہل عالم پکار اٹھے ’’آہ نادر شاہ کہاں گیا۔‘‘ (تاریخ احمدیت جلد ۲ صفحہ ۳۹۴)

جاپان میں کامیاب تبلیغ اسلام کے لئے رہنما اصول

حضرت مسیح موعودؑ نے 26 راگست 1905ء کو مجلس میں یہ ذکر آیا کہ جاپان میں اسلام کی طرف رغبت معلوم ہوتی ہے اور بعض ہندی مسلمانوں نے وہاں جانے کا ارادہ کیا ہے۔ اس پر فرمایا:

’’جن کے اندر خود ہی اسلام کی روح نہیں وہ دوسروں کو کیا فائدہ پہنچائیں گے۔ جب یہ قائل ہیں کہ اب اسلام میں کوئی اس قابل نہیں ہوسکتا کہ خدا اس سے کلام کرے اور وحی کا سلسلہ بند ہے تو یہ ایک مردہ مذہب کے ساتھ دوسرے پر کیا اثر ڈالیں گے۔ یہ لوگ صرف اپنے پر ظلم نہیں کرتے بلکہ دوسروں پر بھی ظلم کرتے ہیں کہ ان کو اپنے بدعقائد اور خراب اعمال دکھا کر اسلام میں داخل ہونے سے روکتے ہیں۔ ان کے پاس کونسا ہتھیار ہے جس سے یہ غیر مذاہب کو فتح کرنا چاہتے ہیں۔ جاپانیوں کو عمدہ مذہب کی تلاش ہے۔ ان کی بوسیدہ اور ردّی متاع کو کون لے گا۔ چاہئے کہ اس جماعت میں سے چند آدمی اس کام کے واسطے تیار کیے جائیں جو لیاقت اور جرأت والے ہوں اور تقریر کرنے کا مادہ رکھتے ہوں۔‘‘

(ملفوظات جلد4صفحہ 351 جدید ایڈیشن)

۱۶ ستمبر ۱۹۰۵ء کو فرمایا:

’’مجھے معلوم ہوا ہے کہ جاپانیوں کو اسلام کی طرف توجہ ہوئی ہے۔ اس لئے کوئی ایسی جامع کتاب ہو جس میں اسلام کی حقیقت پورے طور پر درج کر دی جاوے گویا اسلام کی پوری تصویر ہو۔ جس طرح پر انسان سراپا بیان کرتا ہے اور سر سے لے کر پاؤں تک کی تصویر کھینچ دیتا ہے اسی طرح سے اس کتاب میں اسلام کی خوبیاں دکھائی جاویں۔ اس کی تعلیم کے سارے پہلوؤں پر بحث ہو اور اس کے ثمرات اور نتائج بھی دکھائے جاویں۔ اخلاقی حصہ الگ ہو اور ساتھ ساتھ دوسرے مذاہب کے ساتھ اس کا مقابلہ کیا جاوے۔‘‘

(ملفوظات جلد4صفحہ371-372جدید ایڈیشن)

حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی اور حضرت مولوی برہان الدین صاحب جہلمی کا انتقال

اس سال جماعت کے کئی مقتدر بزرگ انتقال فرما گئے۔ مثلاً حضرت منشی عبدالحمید خان صاحب کپور تھلوی (تاریخ وفات ۱۰ رمارچ ۱۹۰۵ء)۔ حضرت بابو محمد افضل صاحب ایڈیٹر ’’البدر‘‘ (تاریخ وفات ۲۱ رمارچ ۱۹۰۵ء) مولوی جمال الدین صاحب سیدوالہ (تاریخ وفات ۲۲ رجولائی ۱۹۰۵ء) حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی (تاریخ وفات ۱۱ راکتوبر ۱۹۰۵ء) حضرت مولوی برہان الدین صاحب جہلمی (تاریخ وفات ۳ ردسمبر ۱۹۰۵ء) ان کے علاوہ حضرت مولوی نورالدین صاحب کی بڑی اہلیہ فاطمہ صاحبہ (تاریخ وفات ۲۸ رجولائی ۱۹۰۵ء) اور ان کے صاحبزادہ عبدالقیوم صاحب (تاریخ وفات ۲۱ راگست ۱۹۰۵ء) بھی اسی سال فوت ہو گئے۔

یوں تو سلسلہ کو ان بزرگوں اور دوستوں کی جدائی کا صدمہ پہنچا مگر مخدوم الملت حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی اور حضرت مولوی برہان الدین صاحب جہلمی جیسے بلند پایہ علماء اور خدام ملت بزرگوں کی مفارقت نے تو پوری جماعت کو سوگوار کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے قبل از وقت ۱۲ رستمبر ۱۹۰۵ء کو ان حوادث کے بارے میں حضورؑ کو الہاماً بتایا تھا کہ ’’دو شہتیر ٹوٹ گئے‘‘ نیز الہام ہوا ’’فزع عیسیٰ و من معہ‘‘ عیسیٰ اور اس کے ساتھی گھبرا گئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بالخصوص مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی کی وفات کا اس قدر صدمہ ہوا کہ چند دن گزرنے کے بعد حضور نے شام کے بعد دوستوں میں بیٹھنا چھوڑ دیا اور خدام کے عرض کرنے پر فرمایا کہ جب میں باہر دوستوں میں بیٹھا کرتا تھا تو مولوی عبدالکریم صاحب میرے دائیں بیٹھے ہوتے تھے۔ اب میں بیٹھتا ہوں اور مولوی صاحب نظر نہیں آتے تو میرا دل گھٹنے لگتا ہے اس لئے میں نے مجبوراً یہ طریق چھوڑ دیا ہے۔ مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ حضور نے معاذ اللہ ان کی وفات پر بے صبری کا اظہار فرمایا۔ نہیں، ایسا ہرگز نہیں۔ حضور کا تو یہ عالم تھا کہ آپ نے فطری غم کے باوجود دوسروں کو نصیحت فرمائی کہ ’’مولوی عبدالکریم صاحب کی موت پر حد سے زیادہ غم کرنا ایک قسم کی مخلوق کی عبادت ہے۔ خدا تعالیٰ ایک کو بلا لیتا ہے دوسرا قائمقام اس کے کر دیتا ہے وہ قادر اور بے نیاز ہے‘‘۔

(تاریخ احمدت جلد دوم صفحہ ۴۰۰)

حضرت مولوی صاحب خوش الحانی کے ساتھ قرآن کریم پڑھنے میں نمایاں شان رکھتے تھے۔ غیور اس قدر تھے کہ بڑے بڑے مخالفوں کو بھی ان کی جلالی آواز اور خداداد ذہانت کے آگے جھکنا پڑتا تھا۔ آپ کو ذیابیطس کی بیماری تھی۔ جس کے نتیجہ میں 12 راگست 1905ء میں آپ کی پشت پر دونوں شانوں کے درمیان کاربنکل کا پھوڑا نکل آیا۔ حضرت مولانا حکیم نورالدین صاحبؓ، جناب ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحبؓ، حضرت ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحبؓ اور جناب ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحبؓ جیسے قابل معالجوں نے آپ کے علاج میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی۔ کئی آپریشن کئے گئے مگر کوئی فائدہ نہ ہوا۔

کسی مرض سے صحت یابی اعلیٰ پیمانہ کے علاج پر موقوف نہیں جب قضا آتی ہے تو کوئی چیز اس کو روک نہیں سکتی۔ اللہ تعالیٰ کو یہی منظور تھا کہ وہ حضرت مولوی صاحب کو اپنے قرب میں جگہ دے اس لئے گو انہیں اصل مرض کاربنکل یعنی سرطان سے تو صحت ہو گئی۔ بلکہ جب خود انہوں نے پھوڑے کی جگہ پر ہاتھ پھیر کر دیکھا تو فرمایا کہ بس اب میں دو چار روز میں پھرنے لگوں گا۔ پھر ذات الجنب کی وجہ سے سخت بیمار ہو گئے۔ درجہ حرارت ۱۰۶ تک پہنچ گیا۔ جس کیلئے کوئی علاج اثر پذیر نہ ہوا اور حضرت مولوی صاحب ۱۱ راکتوبر ۱۹۰۵ء کو بعد نماز ظہر وفات پا گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اسی روز شام کے قریب حضرت اقدس نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی اور آپ عام قبرستان میں جو آبادی کے جانب شرق ڈھاب کے قریب واقعہ ہے اماناً دفن کئے گئے۔ اس کے بعد جلسہ سالانہ ۱۹۰۵ء کے موقعہ پر جبکہ بہشتی مقبرہ کے لئے زمین مخصوص کی جا چکی تھی۔ ۲۶ دسمبر کو نماز ظہر و عصر کے بعد آپ کا تابوت قبر سے نکالا گیا اور پھر ۲۷ دسمبر کو ۱۰ بجے کے قریب خود حضرت اقدس نے ایک مجمع کثیر کے ساتھ آپ کی نماز جنازہ ادا فرمائی اور کافی دیر تک آپ کی ترقی درجات کیلئے دعا فرماتے رہے۔ پھر آپ کو بہشتی مقبرہ میں دفن کر دیا گیا۔ بہشتی مقبرہ میں آپ کی قبر سب سے پہلی قبر ہے۔ اس قبر پر حضرت اقدس کی ایک نظم جو حضور نے حضرت مولوی صاحب کی خوبیوں کے اعتراف میں لکھی تھی۔ بطور کتبہ پتھر پر کندہ کرا کے لگا دی گئی۔

حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ کی وفات سے کچھ عرصہ قبل حضرت اقدس کو الہام ہوا تھا کہ دو شہتیر ٹوٹ گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

فرمایا۔ یہ الہام بھی خطرناک ہے۔ خدا تعالیٰ ہی اس کے معنی بہتر جانتا ہے۔‘‘ جب حضرت مولوی عبدالکریم صاحب کی وفات کے بعد حضرت مولوی برہان الدین صاحب جہلمی بھی جلد ہی فوت ہو گئے تو معلوم ہوا کہ دو شہتیروں سے مراد یہ دو عالم تھے۔ حضرت مولوی صاحب موصوف بھی ایک بہت بڑے عالم و فاضل انسان تھے۔ آپ نے ۳ ردسمبر ۱۹۰۵ء کو صبح کے وقت وفات پائی۔ آپ بہت پرانے احمدی تھے اور حضرت اقدس سے آپ نے سب سے پہلی مرتبہ ہوشیار پور میں ملاقات کی تھی جبکہ حضور چلہ کشی کے لئے وہاں تشریف لے گئے تھے۔ صوفیانہ مذاق رکھتے تھے اور جماعت کی تعلیم و تربیت میں ہر وقت مشغول رہتے تھے۔ (حیات طیبہ صفحہ ۲۹۸)

حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی کی طرح آپ کسی لمبی بیماری میں مبتلا نہیں ہوئے بلکہ مختصر سی علالت سے اچانک وفات پائی۔ آپ کو جہلم کے قبرستان میں سپرد خاک کر دیا گیا۔

(باقی آئندہ شمارہ میں)

Earlsfield Properties

We will manage your property at 0% commission

Guaranteed rate schemes for 3 & 5 years

Free management Service

Guaranteed vacant possession

175 Merton Road London SW18 5EF

Tel: 020-8265-6000 or 020 8877 - 0762 Fax: 020 8874 9754

Dubai Freehold

جلسہ سالانہ فرانس ۲۰۰۴ء - ایک تأثر

(ڈاکٹر لطیف احمد قریشی)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی جماعت کے افراد کی تعلیم و تربیت اور دیگر مقاصد کے لئے ۱۸۹۱ء میں جلسہ سالانہ کی بنیاد رکھی اور پہلا جلسہ سالانہ قادیان میں منعقد ہوا۔ اس کے بعد یہ جلسے سال بسال جاری رہے اور حضور اقدس علیہ السلام کی وفات کے بعد حضور کے خلفاء نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اس سنت کو جاری رکھا۔ تقسیم ہند کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کو قادیان سے ہجرت کرنی پڑی اور گو قادیان میں جلسے پھر بھی جاری رہے لیکن امام وقت کی شمولیت کے ساتھ ہونے والے جلسے پاکستان میں شروع ہو گئے۔ بہت عرصہ تک یہ روح پرور اجتماعات ربوہ میں منعقد ہوتے رہے یہانتک کہ ۱۹۸۴ء کے پرآشوب زمانے میں خلیفۂ وقت کو ایک دفعہ پھر ہجرت کرنی پڑی اور پاکستان کا ملک اس نعمت سے محروم ہو گیا اور وہاں پر جلسہ سالانہ کا انعقاد بند ہو گیا اور خلیفہء وقت کی لندن میں موجودگی کی وجہ سے جلسہ سالانہ یو۔کے۔ کو خاص اہمیت حاصل ہو گئی۔ ۱۹۳۴ء میں حضرت مصلح موعودؓ نے تحریکِ جدید کا اعلان فرمایا تھا اور اس کی برکت سے دنیا کے متعدد ملکوں میں بیرون ہند احمدیہ جماعتیں قائم ہو گئیں اور جوں جوں یہ جماعتیں ترقی کرتی گئیں ان کی تعلیم و تربیت کے لئے بہت سے ملکوں میں سالانہ جلسے منعقد ہونے لگے۔ ۱۹۸۴ء کے پاکستان کے ظالمانہ قوانین کے بعد کئی احمدی بھی پاکستان سے ہجرت کر کے دوسرے ممالک میں آباد ہو گئے اور ان جلسوں میں شرکت کرنے لگے اور دنیا کے کونے کونے میں سالانہ جلسے شروع ہو گئے۔

حضرت خلیفۃ المسیح کی شمولیت نہ ہونے کی کمی بہت سے جلسوں میں محسوس ہوتی تھی لیکن MTA کے اجراء کے بعد امام وقت کا براہ راست خطاب ان جلسوں کی رونق کو دوبالا کرنے لگا۔ فالحمد للّٰہ علیٰ ذٰلک۔

فرانس کا ۲۰۰۴ء کا جلسہ ان کا تیرھواں جلسہ سالانہ تھا اور دو خصوصیات کا حامل تھا۔ ایک تو یہ کہ حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ نے بنفسِ نفیس اس میں شرکت فرمائی اور دوسری یہ کہ یہ جلسہ انہی تاریخوں میں منعقد ہوا جبکہ قادیان میں بھی جلسہ سالانہ منعقد ہو رہا تھا۔ ان دونوں مقامات بلکہ تمام دنیا کا MTA کے ذریعے سے باہم گہرا رابطہ تھا اور تمام دنیا کے احمدی حضور کی تقاریر اور دعاؤں میں شمولیت اختیار کر سکتے تھے۔ یورپ کے ممالک میں دسمبر کے مہینے میں بہت سردی ہوتی ہے اور دسمبر کے آخری دنوں میں لوگ کرسمس اور نئے سال کی تقریبات اور لہو ولہب میں بہت مصروف ہوتے ہیں۔ اسکے علاوہ اور بھی بہت سی دقتیں ہوتی ہیں جنکی وجہ سے ان دنوں میں بڑے پیمانے پر لوگوں کو اکٹھا کر کے انکے انتظامات رہائش اور خورونوش کرنا بہت مشکل کام ہوتا ہے۔ فرانس کی جماعت یورپ کے دوسرے ممالک کی جماعتوں کی نسبت تعداد میں مختصر ہے اور ایک بڑی تعداد غیر پاکستانی نومبائعین افراد پر مشتمل ہے جو اردو اور انگریزی زبانوں سے ناواقف ہیں۔

مَیں نے ۲۴ دسمبر کو اس جلسے میں شرکت کا فیصلہ کیا اور بڑی مشکل سے ۲۵ دسمبر کو جو کرسمس کا دن ہے سفر کا انتظام ہوا تو جلسے کی انتظامیہ کو اپنی آمد کی ٹیلیفون پر اطلاع دی۔ انہوں نے خوشی کا اظہار کیا اور تسلّی دلائی کہ نظامت استقبال کا کوئی معاون پیرس کے ائیر پورٹ پر میری مدد کیلئے موجود ہوگا۔

چنانچہ ائیر پورٹ پر ایک نوجوان تشریف لائے۔ میں فرانسیسی زبان سے ناواقف ہوں اور وہ انگریزی زبان سے ناواقف تھے لیکن میری خوشی کی کوئی انتہا نہیں رہی جب انہوں نے مجھے اردو زبان میں خوش آمدید کہا۔ مسکراتے ہوئے چہرے کے ساتھ وہ بشاشت سے مجھے اپنی گاڑی میں سوار کر کے جلسہ گاہ کی طرف روانہ ہو گئے جو ائیر پورٹ سے ۳۰۔۳۵ کلومیٹر کے فاصلے پر تھی۔ دوران سفر مجھے پتہ چلا کہ وہ مراکش کے رہنے والے نومبائع غیر شادی شدہ نوجوان ہیں۔ ان کے ماں باپ اور بہن بھائی بھی فرانس میں آباد ہیں لیکن اپنے خاندان میں ابھی وہ اکیلے اور پہلے احمدی ہیں۔ حضرت مسیح موعودؑ کے پیغام کو صحیح طور پر سمجھنے کے لئے اس نوجوان نے اردو زبان سیکھنی شروع کر دی اور اب بہت حد تک اس زبان کو سمجھنے اور بولنے لگ گئے ہیں۔ ایک غیر ملکی نوجوان کی محبت کے اس جذبے نے میرے دل پر ایک گہرا اثر کیا۔

جلسہ سالانہ کا انتظام فرانس کے مشن ہاؤس اور مسجد میں تھا۔ جلسہ گاہ کے لئے ایک بڑا خیمہ لگایا گیا تھا۔ اجتماعی طعام گاہ بھی ایک خیمہ میں تھی اجتماعی قیام گاہ کا انتظام مسجد میں تھا اور جلسہ سالانہ کے جملہ انتظامات نظامت استقبال، روانگی، لنگر خانہ، رہائش، سپلائی وغیرہ ایک کیبن میں تھے اور تمام ناظمین ہمہ وقت وہاں موجود رہتے تھے۔ جماعت کے سب افراد چھوٹے اور بڑے معاونین کے طور پر ڈیوٹی سرانجام دے رہے تھے۔ خواتین کے لئے علیحدہ انتظامات تھے۔ مَیں جلسہ سالانہ کے دفتر میں بیٹھا رہائش کے لئے کسی ہوٹل میں قیام کا انتظام کروا رہا تھا کہ قریب کام کرنے والے ایک دوست نے ناظم رہائش سے پوچھا کہ کیا یہ مہمان کسی ذاتی رہائشگاہ میں ٹھہرنا پسند کریں گے۔ مَیں نے اس پر بڑی خوشی کا اظہار کیا تو وہ صاحب مجھے اپنے گھر لے گئے جو جلسہ گاہ سے تقریباً ۳۰۔۳۲ کلومیٹر کے فاصلے پر تھا۔ مجھے پتہ چلا کہ ان کے خاندان کے تقریباً 9 افراد بڑوں اور بچوں کو شامل کر کے بنتے ہیں اور ہر شخص جلسہ سالانہ کی ڈیوٹی میں مصروف تھا۔ سب سے مشکل اور اہم ڈیوٹی ٹریفک کی ہوتی ہے۔ موسم کی شدّت، رات کی تاریکی، دور دور سے کاروں پر آنے والے مہمان جو فرانس کی ٹریفک اور پارکنگ کے قوانین سے ناواقف تھے نیز اردگرد کے مقامی پڑوسیوں کی تکلیف کا خیال اس ڈیوٹی کو بہت سخت بنا دیتا ہے۔ لیکن یہ نوجوان بچے جو سب کے سب فرانسیسی زبان کے ساتھ ساتھ، شستہ اور خوبصورت اردو بھی بولتے اور سمجھتے تھے نہایت خوش مزاجی اور شوق کے ساتھ اس ڈیوٹی میں مصروف تھے۔ انکے لئے دل سے دعا نکلی۔

خاتونِ خانہ اپنی بچیوں کے ساتھ لجنہ میں کھانا کھلانے کی ڈیوٹی پر متعین تھیں اور اس وقت تک فارغ نہیں ہوتی تھیں جب تک کہ آخری مہمان عورت کھانا نہ کھا چکے۔ یہ ڈیوٹی بھی بہت سخت تھی اور ان کے مرد حضرات لجنہ کی ڈیوٹی ختم ہونے کا انتظار کرتے تھے۔ تا کہ اکٹھے گھر واپس جا سکیں۔ جوں جوں جلسہ کے ایّام نزدیک آتے گئے انکے گھر میں مہمانوں کی تعداد میں بھی اضافہ ہوتا گیا۔ لیکن گھر میں ٹھہرنے والے مہمانوں کی خدمت بھی پوری توجہ اور خوش دلی سے جاری رہی۔ یہ حضرت مسیح موعودؑ کی برکت ہی ہے کہ فرانس کے ملک میں پیدا ہونے والے، پرورش اور تعلیم پانے والے یہ نوجوان اس جذبہ سے اسلام اور احمدیت کی خدمت میں مصروف ہیں۔

حضور کے خطابات کا رواں ترجمہ کئی زبانوں میں ساتھ ساتھ کیا جا رہا تھا اور اردو نہ سمجھنے والے افراد فرانسیسی، جرمن، انگریزی، عربی اور دوسری زبانوں میں ترجمہ سن سکتے تھے۔ دوسرے مقررین کی ایک تقریر کے علاوہ باقی تقریریں فرانسیسی زبان میں تھیں۔ بہت سے لوگوں کو فرانسیسی زبان نہیں آتی تھی چنانچہ افسر صاحب جلسہ گاہ نے فوری طور پر فرانسیسی تقریروں کا رواں اردو ترجمہ کرنے کا انتظام بھی کر دیا جن سے پتہ چلا کہ فرانسیسی تقریریں بھی بہت اعلیٰ معیار کی تھیں۔

حضور انور کا اختتامی خطاب ختم ہونے کے بعد اجتماعی دعا ہوئی تو ایک کیف انگیز حالت تمام حاضرین پر طاری تھی۔ ہمارے افریقن بھائی اپنے محبت اور پیار کے ان جذبات کا اظہار کلمہ طیبہ کے ایک خاص طریق پر ورد کرنے سے کرتے ہیں۔ چنانچہ ایک بھائی جو میری دائیں جانب کھڑے تھے انہوں نے بے اختیار یہ ورد کرنا شروع کر دیا اور حضور انور نے مسکرا کر انہیں دیکھا اور آگے آنے کا اشارہ فرمایا۔ پھر کیا تھا تمام حاضرین جلسہ اس ورد میں شامل ہو گئے اور تمام فضا کلمہ طیبہ کی برکت سے معطر ہو گئی۔

جلسہ کے اختتام پر میں ائر پورٹ کی طرف جا رہا تھا تو کار میں میرے ساتھ تین نارویجین نوجوان احمدی طالبعلم سوار تھے جن میں سے دو کی والدہ بھی نارویجن احمدی ہیں۔ یہ بچے ناروے سے فرانس کے جلسہ سالانہ میں شرکت کے لئے آئے تھے۔ ان میں سے ایک ناروے کی یونیورسٹی میں ڈاکٹری کی تعلیم حاصل کر رہا ہے۔ جس بات سے مجھے بے حد خوشی اور تعجب بھی ہوا وہ یہ تھا کہ یہ بچے نہایت عمدہ اور شستہ اردو میں مجھ سے گفتگو کر رہے تھے۔ میں نے بچوں سے (جن کی والدہ نارویجن) ہیں پوچھا کہ آپ اتنی اچھی اردو بولتے ہیں کیا آپ پاکستان میں کچھ عرصہ رہ چکے ہیں۔ انہوں نے جواب دیا نہیں! ہمیں ہمارے والد نے یہ زبان سکھائی ہے اور حضرت مسیح موعودؑ کی محبت میں ہم یہ زبان اپنے گھر میں بولتے ہیں۔

اس جلسے نے میرے دل پر گہرا اثر کیا۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس عالمی اخوت اور محبت کو جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی برکت سے پیدا ہوئی ہے اپنے کمال تک پہنچا دے۔ آمین

❁❁❁❁❁

فیرم فاسفوریکم

Ferrum Phosphoricum

(مرسلہ: رانا سعید احمد خان۔ جرمنی)

فیرم فاسفوریکم (Ferrum Phosphoricum) مختلف امراض میں بہت مفید ہے۔ ایک 46 سالہ خونی بواسیر کی بیماری میں لمبے عرصہ تک تکلیف اُٹھانے والا مریض بیان کرتا ہے کہ اُسے ایک لمبے عرصہ تک اونچی طاقت میں فولاد دیا گیا تھا جس سے اُس کے جسم اور خون میں فولاد کی کمی پیدا ہو گئی تھی۔ فیرم فاسفوریکم D12 کی طاقت میں پانچ گولیاں روزانہ استعمال سے مریض کو مکمل آرام اور افاقہ ہو گیا جس سے اُس کے جسم اور خون میں اجزاء کا توازن درست اور بحال ہو گیا اور مریض نے صحت یاب ہو کر زندگی کی لذتوں سے لطف اندوز ہو کر مسکرانا شروع کر دیا۔

ٹائیفائیڈ کی بیماریوں میں خون میں فولاد کے اجزاء کا توازن بگڑ جاتا ہے۔ ان بیماریوں میں بھی ڈاکٹر شوسلر کا طریقہ علاج سب سے زیادہ مفید اور کامیاب ہے۔

(Dr. Berndt Rieger, Schütgen Str. 15, 96074 Bamberg کے مختصر مضمون سے آزاد ترجمہ و تلخیص)

ایک 74 سالہ بیوہ جس نے تین بچوں کو جنم دیا۔ بچوں کی پیدائش پر اُس کو بچہ دانی اور جسم کے اندرونی حصوں میں پیچیدگیاں پیدا ہو گئیں۔ خواتین کی امراض کے ماہر ڈاکٹروں کی رائے میں سوائے آپریشن کے اور کوئی کامیاب علاج ممکن نہیں تھا۔ لیکن اس خاتون کو مزید پیچیدگیوں نے آ لیا۔ جس میں دل کی دھڑکن میں بے قاعدگی وغیرہ بھی شامل ہو گئیں۔ لہذا ماہر ڈاکٹروں کا تجویز کردہ آپریشن والا علاج بھی ممکن نہیں تھا۔ اتفاقاً کسی کے بتانے پر ڈاکٹر شوسلر کے طریقہ علاج نمبر 11 اور Silicia D12، سخت اور نرم کرنے والا طریق نمبر 1 اور کیلشیم فلوراٹم Calcium Floratum کے استعمال سے ایک بہت پرانی اور دیرینہ بیماری کو شفا نصیب ہوئی۔ ان دونوں نمکیات کے اِدل بدل کے روزانہ 3 گولیاں بہت مفید ثابت ہوئی ہیں۔ اسی طرح ان نمکیات کے استعمال سے پرانے اور لمبے عرصے سے تکلیف دینے والی مرض سے شفا نصیب ہوئی۔

(Peter Emmrich, Postfach 100406, 75104 Pforzheim کے مختصر مضمون سے آزاد ترجمہ و تلخیص)

❁❁❁❁❁❁

Glebe Travels

Special Offers

Khi - Isb - Lhe

£320 £360 £360

Dubai Package

4*5nts - £475 pp

t: 0208 336 0794

m: 07765 32 46 01

(All prices are subject to availibity

ڈاکٹر عبدالسلام کو سلام

’’زینب محمود صاحبہ‘‘ نے 'The Mystic Scientist' کے عنوان سے ہفت روزہ The Friday Times لاہور (پاکستان) میں ڈاکٹر عبدالسلام صاحب کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے ایک مضمون رقم کیا ہے۔ اس کا اردو ترجمہ ہدیۂ قارئین ہے جو حافظ سمیع اللہ صاحب نے کیا ہے

(مدیر)

1925ء میں ضلع جھنگ کے ایک گاؤں کے ایک فرد کو اُس کی دعاؤں کے نتیجہ میں ایک رؤیا دکھائی گئی کہ ایک بچہ اس کی گود میں ڈالا گیا ہے اور اس کا نام پوچھنے پر عبدالسلام بتایا گیا۔

چنانچہ ۲۹ جنوری ۱۹۲۶ء جمعہ کے روز وہ بچہ پیدا ہوا اور جیسا کہ خواب میں بتایا گیا تھا اُس کا نام عبدالسلام رکھا گیا۔ کچھ ہی سالوں بعد اس باپ نے دیکھا کہ سلام ایک اونچے درخت پر چڑھ رہا ہے۔ جب اُس کو تنبیہ کی تو سلام نے یہ جواب دیا کہ ابا جان آپ خوف نہ کریں کیونکہ میں جانتا ہوں کہ میں کیا کر رہا ہوں لہذا سلام ویسے ہی درخت پر چڑھتا رہا یہاں تک کہ نظروں سے اوجھل ہوگیا۔ یہ رؤیا شاید اس بات کی طرف اشارہ تھی کہ سلام ایک پُر مقصد زندگی گزارے گا اور عظیم آدمی بنے گا۔

سلام کی سمجھ، فہم اور ادراک کی قوتوں نے اس کے والدین کو حیران کر دیا۔ زمانہ طفولیت میں جب کبھی انہیں، سونے سے پہلے، ان کی والدہ کوئی کہانی سناتیں تو وہ اُن کے ذہن میں محفوظ ہو جاتی۔ وہ جب کبھی اسے بعد میں دُہراتیں تو سلام کہتے ’’اماں جی، یہ مجھے پہلے ہی پتہ ہے‘‘۔

چھ سال کی عمر میں جب آپ نے زمانہ طالبعلمی کا آغاز کیا تو چوتھی جماعت سے شروع کیا (پہلی تین کلاسوں کی ضرورت محسوس نہ کی گئی) ۱۲ سال کی عمر میں میٹرک کا امتحان دیا اور پنجاب یونیورسٹی میں اوّل رہے اور گذشتہ تمام تعلیمی ریکارڈ توڑ دیئے۔ گورنمنٹ کالج لاہور سے بیچلر کی ڈگری حاصل کی اور دوران تعلیم آپ کالج میگزین ’’راوی‘‘ کے ایڈیٹر، سٹوڈنٹ یونین اور Debating Society کے صدر رہے۔

سلام نے BA اور MA میں بھی نئے ریکارڈ قائم کیئے۔ اُن میں سے بعض اب تک قائم ہیں۔

مزید تعلیم کے لئے سلام نے کیمبرج یونیورسٹی میں داخلے کی درخواست دی۔ مگر ان کے والد محترم کے پاس اتنی رقم نہ تھی کہ سلام کو بیرون ملک بھجوایا جائے اور تعلیم دلوائی جائے۔ خدا کا کرنا یوں ہوا کہ سر چھوٹو رام (اس وقت کے پنجاب کے ریونیو منسٹر) جو کہ خود بھی ایک غریب دیہاتی کے بیٹے تھے، نے یہ اقدام کیا کہ وہ فنڈ جو جنگ کے لئے اکٹھے کئے گئے تھے ان کو قابل اور ذہین طلبا کے سکالرشپ کے لئے مختص کر دیا تا وہ طلبا جو محض غربت کی وجہ سے تعلیم حاصل نہیں کر سکتے تھے اس سکالرشپ کی مدد سے تعلیم حاصل سکیں۔ سلام نے اپنی قابلیت کی بنا پر اسے حاصل کیا۔

کیمبرج میں سلام نے اندازہ لگایا کہ ان کا علم دنیا کے متعلق نہایت محدود ہے۔ رومی کی نظم کا حوالہ دیتے ہوئے خود کو ’’کنویں کا مینڈک‘‘ کہا۔ یہاں آپ نے اسلامی تصوف اور اسلامک فلاسفی، سیاسی اور مذہبی تاریخ، معاشرتی علوم اور مسلمان صوفیوں، سائنسدانوں اور سکالروں کے کارہائے نمایاں کا عرق ریز مطالعہ کیا۔ اس مطالعہ نے سلام کو نہ صرف اپنے منتخب مضمون میں کامیابی دی بلکہ ان کو ایسی ہمہ گیر شخصیت بنایا جو کہ روحانی اور تاریخی ماحول کا ادراک رکھتی تھی۔

سلام نے یہاں Mathematics Tripos ڈگری حاصل کی اور "Wrangler" کا ٹائٹل حاصل کیا اور بعد ازاں تین سال کی فزکس کی ڈگری ایک سال میں ہی مکمل کر لی۔ ان کے تھیوریٹیکل پیپرز کا معیار اتنا اعلیٰ تھا کہ ممتحن نے ضرورت ہی محسوس نہ کی کہ سلام سے اس کے پریکٹیکل رزلٹس کے بارے میں دریافت کیا جائے فوراً انہیں فرسٹ کلاس ڈگری مل گئی۔

آپ کے ایک پروفیسر Sir Fred Hail آپ کی قابلیت کا اعتراف کرتے ہوئے لکھتے ہیں ’’اپنے دوسرے شاگردوں کو کوئی چیز سمجھانی ہوتی تو گویا دو بھاری پتھروں کو ایک اونچی جگہ تک دھکیلنے والا کام تھا۔ ایک بھاری پتھر ’’مسئلہ بیان کرنا‘‘ دوسرا پتھر ’’اس مسئلے کی تفہیم کروانا‘‘ تھا۔ لیکن سلام اتنا قابل تھا کہ اُس سے بحث کرتے وقت صرف ایک پتھر دھکیلنا ہوتا تھا وہ بھی زیادہ تر سلام خود ہی دھکیلتا تھا۔ (یعنی مجھے ضرورت نہ پڑتی تھی کہ ہر چیز میں ہی انہیں سمجھاؤں)۔

۱۹۵۲ء میں سلام نے Phd کی ڈگری تھیوریٹیکل فزکس میں کیمبرج سے حاصل کی۔ باوجود اس کے کہ آپ کو Fellowship[3] فر کی گئی مگر آپ وطن واپس چلے آئے اور یہاں گورنمنٹ کالج میں تدریس کے فرائض انجام دینے لگے۔

ان کے Research Supervisor پروفیسر Kemmer نے ان کو بالآخر آمادہ کیا کہ کیمبرج یونیورسٹی چلیں اور وہاں لیکچرار کے فرائض انجام دیں۔ انہیں پروفیسر صاحب کا کہنا تھا کہ ’’میں خوب جانتا ہوں کہ ملک کی خدمت کے جذبہ سے سرشار سلام کے لئے یہ بات بہت گراں گزری ہے کہ وہ ملک چھوڑ کر باہر جائیں اور کیمبرج میں اپنی پوسٹ سنبھالیں۔ اگر وہ جاتے ہیں تو میں سمجھتا ہوں کہ چند ہی سالوں میں سلام اُن لوگوں میں شمار ہوں گے جن سے علم حاصل کرنے کے لئے دنیا کے ہر کونے سے طالب علم آئیں گے اور سلام اس قابل ہو جائیں گے کہ تھیوریٹیکل فزکس کا اپنا ذاتی ادارہ قائم کریں۔ اور یہ بات سچ ثابت ہوئی۔

۱۹۵۷ء میں سلام امپیریل کالج لندن کے کم عمر ترین پروفیسر شمار ہوئے۔ وہ دیہاتی لڑکا جس نے سولہ سال کی عمر تک بجلی کا بلب تک نہ دیکھا تھا اب یہ حال تھا کہ اس کی ملاقات دنیائے سائنس کے عظیم سائنسدانوں Wolfgang Pauli, Openheimer, Einstein, Bertand Russel سے ملاقات ہوتی رہتی تھی۔

ایک بحث کے دوران Russel نے کہا وہ خدا کی ہستی کو بالکل نہیں مانتا۔ سلام نے جواب دیا کہ ’’خدا پر ایمان کی عدم موجودگی کی وجہ سے بہت سے نقصان اٹھائے جا چکے ہیں جب کہ وہ لوگ جو خدا پر ایمان لائے ہیں وہ انسانیت کے لئے زیادہ قربانیاں دیتے ہیں۔ بہ نسبت ان کے جو خدا کی ہستی کے منکر ہیں‘‘۔

Einstein سے جو پہلی ملاقات ہوئی اس میں دونوں نے مذہبی گفتگو ہی کی۔ سلام نے اُس کے سامنے توحید کا نظریہ پیش کیا جس کے بعد وہ دونوں قریبی دوست بن گئے۔

ڈاکٹر سلام اپنی روحانیت اور تصوف میں دلچسپی کی وجہ سے دوسرے تمام سائنسدانوں سے منفرد تھے۔ آپ نے امپریل کالج میں اپنا پہلا لیکچر قرآن مجید کی تلاوت سے شروع کیا۔

ڈاکٹر سلام صاحب کے ایک شاگرد Duff بیان کرتے ہیں کہ سلام کے لیکچرز سحر انگیز ہوا کرتے تھے۔ ان کی تقریروں میں ہمیشہ مشرقی تصوف کا رنگ غالب ہوتا۔ سننے والا اس سوچ میں گم ہو جاتا کہ یہ بندہ اتنا Genius کیونکر ہے۔

سلام کہا کرتے تھے کہ ایک سائنسدان کے کئی رخ ہوتے ہیں وہ صوفی بھی ہوتا ہے، explorer بھی ہوتا ہے، آرٹسٹ بھی ہوتا ہے اور ان سب باتوں کی بنیاد پر اپنے علم سائنس کو مزید آگے بڑھاتا رہتا ہے۔

جب سلام صدر ایوب خان کے مشیر تھے تب سلام نے پاکستان میں اٹامک انرجی کمیشن کی بنیاد رکھی (PAEC)۔

ڈاکٹر اشفاق (صدر ,1998) بیان کرتے ہیں کہ ڈاکٹر سلام نے ۵۰۰ فزکس دانوں، ریاضی دانوں اور سائنسدانوں کو PhDs کے لئے UK اور USA کے بہترین اداروں میں بھجوایا۔

سلام نے پاکستان میں ایک سائنسی پلیٹ فارم قائم کرنے کیلئے انتھک محنت کی۔

۱۹۶۱ء میں ڈھاکہ میں آل پاکستان سائنس کانفرنس کے موقع پر اپنی تقریر کے دوران پاکستان کو درپیش مشکلات اور تیسری دنیا کے ممالک سے غربت اور جہالت کے خاتمے کے لئے راہنما تجاویز بیان فرمائیں۔ عوام اور حکومت کو اس بات کی طرف توجہ دلائی کہ سائنس کے شعبے پر خاص توجہ کی جائے۔ سلام نے فرمایا کہ اگر پوری پاکستانی قوم اس بات کا پختہ عزم کر لے کہ ملک سے غربت مٹانی ہے تو زیادہ وقت نہ لگے گا، بلکہ ایک ہی نسل اپنے وقت میں یہ کام کر سکتی ہے۔ اسکے لئے قرآنی آیت ’’خدا اس قوم کی حالت نہیں بدلتا جس کو آپ اپنی حالت بدلنے کا خیال نہ ہو‘‘ پیش کی۔

یہ سلام ہی تھے جنہوں نے نیوکلیئر ریسرچ سنٹر PINSTECH کے قیام کے لئے غالب کردار ادا کیا اور SUPARCO کے قیام کے بھی آپ ہی مرہون منت ہیں۔

پاکستان میں سیم و تھور کا مسئلہ زراعت کے لئے بڑی مصیبت تھی جس کا حل ڈاکٹر سلام نے نکالا۔ اس سلسلے میں سلام نے کافی ریسرچ کی جو سب کی سب امریکہ کے ایوان نمائندگان میں پیش کی گئی۔ پھر سلام کی درخواست پر امریکی صدر John F. Kenedy نے ماہرین کی ایک ٹیم پاکستان بھیجی جنہوں نے آکر کئی لاکھ ایکڑ زمین کو زراعت کے قابل بنایا۔

سلام نے فزکس کا ادارہ قائم کرنے کے لئے دن رات اَن تھک جدوجہد کی۔ مگر حکومت پاکستان نے اس میں دلچسپی نہ لی۔ اس وقت کے وزیر خزانہ محمد شعیب نے ایوب خان کو بتایا کہ ’’سلام سائنسدانوں کے لئے ایک Five Star Hotel بنانا چاہتا ہے‘‘۔

سلام جب حکومت پاکستان سے مایوس ہوگئے تو اس ادارے کو کسی بیرونی ملک میں قائم کرنے کا سوچا۔ لہٰذا انٹرنیشنل سنٹر برائے تھیوریٹیکل فزکس (ICPT) کا قیام اٹلی میں ۱۹۶۴ء میں عمل میں آیا۔ آپ نے ۳۰ سال وہاں بطور Director کام کیا اور اس کو تیسری دنیا کے سائنسدانوں اور ترقی یافتہ ممالک کے سائنسدانوں کے

MOT

Cars: £35 Vans: £40

Servicing, Tyres & Exhausts.

Mechanical Repairs

All Makes & Models

Rutlish Auto Care Centre

Rutlish Road

Wimbledon - London

Tel: 020 8542 3269

THOMPSON & CO SOLICITORS

Consult us for your legal requirements such as Immigration & Nationality, Conveyancing & Employment, Welfare Benefits, Personal Injury, Family & Ancillary Proceedings,, Wills & Probate, Criminal Litigation .

Contact:

Anas A.Khan, John Thompson Solicitors

1st floor 48 Tooting High Street

London SW17 0RG

Tel: 020 8333 0921+020 8767 5005

Fax: 020 8871 9398

Mobile: 0780-3298065

درمیان ایک رابطے کا ذریعہ بنادیا۔

۱۹۷۹ء میں سلام نے فزکس کی Grand Unification تھیوری پر ریسرچ کی اور نوبل انعام کے حقدار قرار پائے۔ اس مؤحد سائنسدان کا خیال تھا کہ کائنات کی تمام Forces کا منبع ایک ہے۔

سلام گھنٹوں سائنسی ریسرچ میں مستغرق رہتے تھے مگر اس کے باوجود نوافل اور تلاوت قرآن کے لئے بھی آپ وقت نکال لیتے تھے۔

انعامی تقریب میں آپ اپنا روایتی قومی لباس (شیروانی، کھسہ، پگڑی) پہنے ہوئے تشریف لائے۔

نوبل انعام لینے کے بعد جو تقریر کی اس کا آغاز قرآن کریم کی اس آیت سے کیا:

﴿مَاتَرٰی فِیْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ۔ فَارْجِعِ الْبَصَرَ ھَلْ تَرٰی مِنْ فُطُوْرٍ۔ ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ کَرَّتَیْنِ یَنْقَلِبْ اِلَیْکَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَّھُوَ حَسِیْرٌ﴾ (الملک :5-4)

نوبل انعام حاصل کرنے کے بعد سلام اپنے وطن واپس آئے ایک دن ڈاکٹر عثمانی کے ساتھ کہیں جا رہے تھے کہ ڈاکٹر عثمانی سے سلام نے کہا کہ گورنمنٹ کالج چلیئے۔ ڈاکٹر عثمانی نے کہا کہ آجکل تو وہاں کوئی بھی نہیں ہوگا کیونکہ چھٹیاں ہیں۔ سلام نے جواب دیا کہ جس شخص سے مَیں ملنا چاہتا ہوں وہ یقیناً وہاں ہوگا۔ وہاں پہنچے تو وہاں کچھ ملازم کھڑے تھے۔ سلام نے ان میں سے ایک سے معانقہ کیا۔ ڈاکٹر عثمانی نے حیرانی سے پوچھا کہ یہ بندہ کون ہے؟ سلام نے جواب دیا کہ اس بھلا مانس کا سَید ہ ہے جو کہ New Hostel کا میس ملازم تھا۔ اس کو مَیں نے حکم دے رکھا تھا کہ یہ میرے کمرے کو باہر سے لاک (Lock) کردے اور کھانے پینے کی اور دوسری ضروری اشیاء ایک کھڑکی سے تھما دیا کرے۔

ڈاکٹر سلام کبھی بھی ان لوگوں کو بھولتے نہیں تھے جنہوں نے آپ کی کسی بھی رنگ میں مدد کی ہو۔ جب سلام Cambridge میں لیکچرار تھے تب بھی آپ کے جھنگ والے اساتذہ جو ریٹائرڈ ہو چکے تھے اور غریب تھے ان کی باقاعدگی سے مالی امداد کرتے تھے۔

آپ اپنے تمام اساتذہ کی نہایت عزت کرتے تھے اور جب آپ نے انڈیا کا سرکاری دورہ کیا تو اسی بات پر اصرار کیا کہ جو بھی تقریب آپ کے لئے منعقد کی جائے اس میں آپ کے تمام ہندو اور سکھ اساتذہ کو (جو ہجرت کر کے ہندوستان آ گئے تھے) بھی بلایا جائے۔

ڈاکٹر سلام نے ۲۷۴ ایوارڈز ڈگریاں اور انعامات حاصل کئے جن میں سے اکثر بیش بہا کیش تھے آپ نے اس تمام رقم کو سکالرشپ فنڈ کی شکل دی۔ نہ صرف لائق طلباء کے لئے بلکہ نادار لوگوں کے لئے بھی اس میں حصہ تھا۔

جب انڈیا کا دورہ کیا تو آپ کی انتہائی عزت وتکریم کی گئی۔ اندرا گاندھی صاحبہ جو سلام سے اتنی مرعوب تھیں کہ یہ مناسب خیال نہ کیا کہ سلام کی کرسی کے برابر والی کرسی پر بیٹھا جائے۔ بلکہ اس کے بجائے اس نے پہلو میں زمین پر بیٹھنا پسند کیا۔

جب آپ سے ہندوستانی طلبہ نے یہ پوچھا کہ نوبل پرائز کا ملنا آپ کی زندگی میں کن تبدیلیوں کا پیش خیمہ ثابت ہوا تو آپ نے فرمایا:

''سب سے بڑی تبدیلی یہ کہ اب مَیں ان تمام لوگوں سے مل سکتا ہوں جن سے ملاقات کرنا چاہتا تھا اور ان کی مدد سے اور اللہ کے کرم سے میں تیسری دنیا کے اُبھرتے ہوئے سائنسدانوں کی مدد کرسکتا ہوں۔ اس سے زیادہ نوبل پرائز کی میرے نزدیک کوئی اہمیت نہیں ہے''۔

ایک مرتبہ ایک صحافی نے آپ سے آپ کی غیر معمولی کامیابی کے بارے میں سوال کرتے ہوئے کہا کہ آپ جھنگ کے رہنے والے ہیں جو کہ ہیر کی لوک داستان کی وجہ سے معروف ہے اور اب آپ کی وجہ سے یہ گاؤں اس صدی کے عظیم سائنسی دماغ کا گھر بن گیا ہے۔ سلام نے ذہانت کے ساتھ مگر نہایت عاجزی سے جواب دیا کہ:-

'There are over 325 Nobel leaurates in the world, but there is only one Heer'.

دنیا میں ۳۲۵ سے زائد نوبل لاریئٹ ہیں لیکن ہیر صرف ایک ہی ہے۔

۱۹۸۸ء میں سلام کو فیض میموریل لیکچر پر مدعو کیا گیا۔ اس موقع پر آپ کی تقریر آپ کی انتہا درجہ کی عاجزی اور بے نفسی پر دلالت کرتی ہے۔ فرمایا کہ میں محسوس کرتا ہوں کہ میں فیض احمد فیض سے کم تر انسان ہوں۔ وہ محبت اور حسن کی دنیا کا باسی تھا جبکہ میں ایٹم کی بے رنگ اور خشک دنیا میں رہنے والا ہوں۔ فرمایا'' قرآن مجید کا 1/8 حصہ تمام مومنوں کو اس بات کی طرف دعوت دیتا ہے کہ آؤ اور Forces Of Nautre کے بارے میں سوچو، انکے بارے میں استفسار کرو انہیں انسانیت کی فلاح وبہبود کے لئے استعمال کرو''۔

انہوں نے کہا کہ فیض غیر معمولی صلاحیتوں کے مالک تھے جنہوں نے اس چیلنج کو قبول کیا۔ انہوں نے یہ مضمون کھولا کہ کس طرح روحانی شاعری اور سائنس ایک ہی منبع سے نکلے ہیں جو کہ خدا تعالیٰ کے سربستہ رازوں پر سے پردہ اٹھاتے ہیں۔ ڈاکٹر سلام نے نہایت تأسف سے کہا کہ میری اور فیض کی ایک اور مشابہت یہ بھی ہے کہ ہم دونوں اپنے ملک کے ارباب اختیار کی طرف سے ناپسندیدہ شخصیات سمجھے گئے ہیں۔

اپنی زندگی کا آخری حصہ سلام نے England میں گزارا اور جب آپ سے پوچھا گیا کہ آپ پاکستان آنے کے بارے میں کیوں متردّد ہیں تو جواب دیا کہ مَیں نہیں بلکہ خود پاکستان مجھے بلانے کے بارے میں ہچکچاہٹ محسوس کرتا ہے۔

ڈاکٹر سلام کو کئی ممالک نے اپنی شہریت کی دعوت دی۔ Jordan اور Kuwait بھی ان ممالک میں شامل تھے۔ جنہوں نے یہ پیش کش کی کہ اگر آپ ہماری شہریت قبول کریں گے تو ہم آپ کو UNESCO کا ڈائریکٹر جنرل بنانے کیلئے نامزد کریں گے۔

جواہر لعل نہرو نے آپ کو ایک خط لکھا کہ'' آپ ہمارے پاس آجائیں آپ کی جو بھی شرائط ہوں، ہم مان لیں گے''۔

حتیٰ کہ حکومت برطانیہ کی طرف سے آپ کو لکھا گیا کہ ملکہ معظّمہ کی خواہش ہے کہ آپ کو Knighthood کا خطاب دیا جائے گا (KBE ایسا شاہی اعزاز ہے جو صرف Queen ہی دے سکتی ہے) سلام نے کسی اور ملک کی شہریت قبول نہ کی اور اپنے پاکستانی کہلوانے پر ہی فخر کیا۔

۱۹۹۱ء میں منیر احمد خان سابق چیئرمین PAEC نے سلام کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے کہا کہ ہم پاکستانی بے شک ڈاکٹر عبد السلام کو نظر انداز کر دیں لیکن باقی کل عالم ان کو ہمیشہ یاد رکھے گا۔

۱۹۷۹ء میں مشہور صحافی جمیل الدین عالی نے لکھا کہ'' مشرق کے دو ہیرو ایسے ہیں جن کی مشرق نے قدر نہ کی مگر باقی تمام دنیا میں ان کی پذیرائی کی جاتی ہے۔ وہ دونوں مدر ٹریسا اور ڈاکٹر سلام ہیں''۔

گو سلام کو ساری دنیا سلام کرتی ہے مگر اپنے وطن میں سلام کی یادیں تعصب اور بے اعتنائی کے بوجھ تلے گم ہوگئی ہیں۔ سلام کا ذکر Textbooks اور Mainstream Publications سے بھی مٹا دیا گیا ہے اور یہ ہمارا اپنا ہی نقصان ہے۔

(The Friday Times Lahore, 19-24 November 2004)

نماز جنازہ

سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مورخہ 16/ بروز بدھ قبل از نماز ظہر مسجد فضل لندن کے احاطہ میں مکرم عبد المجید ناصر صاحب ابن مکرم چوہدری نصیر الدین صاحب کی نماز جنازہ حاضر پڑھائی۔

مرحوم مورخہ 12/فروری 2005ء کو بعمر 85 سال لندن میں وفات پا گئے۔ مرحوم کو حضرت مولانا شیر علی صاحبؓ کے دفتر میں جبکہ وہ قرآن کریم کا انگریزی ترجمہ کررہے تھے خدمت کی سعادت حاصل ہوئی۔ آپ یو۔کے۔ جماعت کے ابتدائی ممبران میں سے تھے۔ ساٹھ کی دہائی میں لاہور سے آکر یہاں آباد ہوئے۔ ان کے بیٹے انیس ناصر صاحب یو۔کے۔ جماعت کی مجلس عاملہ میں نائب جنرل سیکرٹری کے طور پر خدمت بجالا رہے ہیں۔ مرحوم کے پسماندگان میں بیوہ کے علاوہ دو بیٹے اور دو بیٹیاں سوگوار چھوڑی ہیں۔

ان کے ساتھ ہی درج ذیل مرحومین کی **نماز جنازہ غائب** بھی ادا کی گئی۔

(1) مکرم مولانا بشیر احمد طاہر صاحب (سابق پرنسپل جامعہ احمدیہ قادیان)۔ مرحوم طویل علالت کے بعد مورخہ 6/فروری 2005ء کو قادیان میں وفات پا گئے۔ مرحوم کا تعلق ہندوؤں کی اونچی ذات برہمنوں سے تھا۔ جامعہ احمدیہ قادیان سے تعلیم حاصل کرنے کے بعد آپ نے مختلف خدمات کے علاوہ بطور پرنسپل جامعہ احمدیہ قادیان بھی خدمت کی توفیق پائی۔ مرحوم نے پسماندگان میں بیوہ کے علاوہ ایک بیٹا یادگار چھوڑا ہے۔

(2) مکرم عبد اللہ داؤد صاحب (آف غانا۔ مغربی افریقہ)۔

مرحوم ماہ نومبر 2004ء میں 99 سال کی عمر میں غانا میں بقضائے الٰہی وفات پا گئے۔ آپ کو 1941ء میں جماعت میں شامل ہونے کی توفیق ملی۔ Accra ریجن کی جماعت کو منظّم کرنے میں ان کو بھی بہترین خدمات کی توفیق ملی۔ جماعت کے تمام کاموں میں ہمیشہ بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے۔ مرحوم نیک، محبّ وطن اور فدائی احمدی تھے۔

(3) محترمہ اہلیہ صاحبہ مکرم محمد نواز صاحب (آف شارجہ)

مرحومہ طویل علالت کے بعد گزشتہ دنوں وفات پا گئیں۔ آپ نہایت مخلص، غریبوں کی ہمدرد اور وفاشعار خاتون تھیں۔ نیکی کے کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتیں۔ وفات سے صرف دو روز قبل بھی مریضوں کے لئے ایک ایمبولینس تحفۃً پیش کرنے کی توفیق پائی۔

اللہ تعالیٰ تمام مرحومین کے ساتھ مغفرت کا سلوک فرمائے، درجات بلند کرے اور جنت الفردوس میں جگہ دے۔ نیز پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے۔ اور خود ان کا نگہبان ہو۔ آمین۔

❁❁❁❁❁❁❁

جلسہ سالانہ U.K 2005ء کے تعلق میں

ضروری اعلان برائے صدر صاحبان

انشاء اللہ تعالیٰ جلسہ سالانہ یو۔کے۔ 2005ء بتاریخ 29، 30 اور 31 جولائی بروز جمعۃ، ہفتہ اور اتوار بمقام Rushmoor Arena Aldershot منعقد ہوگا۔ امسال بھی معذور/ مستحق افراد کی سہولت کے لئے مقام جلسہ گاہ کے نزدیک پارکنگ کا بندوبست کیا گیا ہے۔ لہذا صدر صاحبان کی خدمت میں گزارش ہے کہ وہ اپنی اپنی جماعت میں موجود ایسے خواتین/ حضرات کے درج ذیل کوائف اپنی سفارش کے ساتھ مورخہ 30/ اپریل 2005ء تک دفتر افسر جلسہ سالانہ میں ارسال فرماویں تاکہ بروقت Passes جاری کئے جاسکیں۔

نام ۔ مکمل ایڈریس ۔ فون نمبر ۔ کار رجسٹریشن نمبر

جلسہ سالانہ کے کامیاب انعقاد کے لئے اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں۔

(ڈاکٹر چوہدری ناصر احمد۔ افسر جلسہ سالانہ U.K)

گیانا (جنوبی امریکہ) میں احمدیہ مسلم جماعت کے ۲۴ویں جلسہ سالانہ کا کامیاب و بابرکت انعقاد

صدر مملکت کے خصوصی نمائندہ اور متعدد اہم شخصیات کی جلسہ میں شمولیت اور جماعت احمدیہ کی امن پسندی اور دیگر رفاہی کاموں پر خراج تحسین

ٹی وی ،ریڈیو اور اخبارات میں جلسہ کی تشہیر

(رپورٹ: عبدالرحمن خان۔ مبلغ گیانا)

احمدیہ مسلم جماعت گیانا نے 28/ نومبر ۲۰۰۴ء کو بمقام اُوشن ویو کانفرنس سینٹر جارج ٹاؤن میں اپنا ۲۴واں ملکی سالانہ جلسہ منعقد کیا۔ فالحمد لله علیٰ ذٰلک!

یہ سینٹر جہاں پر جلسہ سالانہ منعقد کیا گیا تھا گیانا کی نیشنل اسمبلی بھی اس وقت اسی سینٹر کو استعمال کر رہی ہے کیونکہ ان کی سرکاری عمارت زیرِ مرمت ہے۔ اس جلسہ سالانہ میں پیارے آقا حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی طرف سے خصوصی نمائندہ مکرم مولانا انعام الحق کوثر صاحب مبلغ امریکہ تھے۔

احمدیہ مسلم جماعت گیانا کی طرف سے تمام اخبارات اور ٹیلی ویژن کے دفتروں تک جلسہ کے متعلق پریس ریلیز پہنچائی گئی۔

جلسہ سالانہ سے تین ہفتے قبل ٹی وی کے چینل ۴ پر اور NCN نیشنل ریڈیو پر اعلانات باقاعدگی سے جاری رہے۔ اسی طرح پر مکرم مولانا انعام الحق کوثر صاحب کا نیشنل ریڈیو پر جلسہ سالانہ کے مقاصد کے متعلق ایک گھنٹہ کا انٹرویو لیا گیا اور بہت احسن رنگ میں نشر کیا گیا جو ملک کے کونے کونے میں سنا گیا۔ اسی طرح نیشنل ریڈیو نے جلسہ سے قبل کئی دنوں تک لگاتار مفت اعلانات نشر کئے جن کی وجہ سے ملک میں اکثر آبادی کو اس جلسہ کی اطلاع ہوئی۔

صدر مملکت، جملہ وزراء، افسرانِ اعلیٰ اور جملہ ڈپلومیٹس نیز تمام مذاہب، گرجوں، مندروں اور مساجد کے سربراہوں کو دعوت نامے بھجوائے گئے اور ساتھ ہی ان کے ساتھ مسلسل روابط رہے تا اس اہم دینی و روحانی محفل میں حاضر ہوں۔ NCN جو کہ حکومت کا نیشنل ٹی وی ہے، اس پر ۲۰ منٹ کا مکرم الحسن بشیر آنن، مبلغ انچارج احمدیہ مسلم جماعت گیانا کا انٹرویو نشر کیا گیا۔

اسی طرح چینل ۱۸ ٹی وی پر مکرم مولانا انعام الحق کوثر صاحب کا نصف گھنٹے کا انٹرویو نشر کیا گیا تھا جس میں آپ نے جلسہ سالانہ کے اعلیٰ تربیتی اور اخلاقی مقاصد اور برکات بیان کیں۔ نیز ''گیانا'' کے عوام الناس کے لئے پیار و محبت اور یکجہتی کا خصوصی پیغام دیا اور تمام مذاہب کے پیروکاروں کو باہم امن اور محبت کے ساتھ رہنے کی تلقین دی۔

خدا تعالیٰ کے فضل سے جلسہ گاہ بہت اچھی جگہ پر سمندر ATLANTIC کے ساحل پر واقع تھی اور ہال خوب سجایا گیا تھا۔ ہوٹل کے مینیجر نے جلسہ کی خاطر ہال بلا معاوضہ دیا تھا تا اس اعلیٰ دینی مقصد کیلئے جماعت احمدیہ گیانا بسہولت اپنے پروگرام کرے۔ اس مینیجر MR.GEORGE LORD نے جلسہ کی بابرکت کارروائیوں کے مشاہدہ کے بعد یہ اظہار کیا تھا کہ ''ابھی صرف بذاتِ خود اس الٰہی جماعت میں داخل ہونا باقی ہے۔ ورنہ مجھے یقین ہے کہ سچّا مذہب یہی ہے۔''

ملک کے مختلف علاقوں سے عوام النّاس اور ممبرانِ جماعت حاضر ہوئے تھے۔ ضلع بربیس) سے احباب دو بسوں میں آئے۔ اسی طرح LINDEN کے لوگ چار بسوں میں آئے۔ ایک بس MAHAICONY سے آئی نیز ESSEQUIBO, DEMEARARA اور GEORGETOWN کے لوگ بھی بڑی تعداد میں حاضر ہوئے تھے۔ اس موقعہ پر کُل حاضری ۵۰۰ تھی۔

جلسہ سالانہ کے پروگرام

جلسہ خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے پُر رونق رہا۔ مکرم و محترم ڈاکٹر عمر ISSACS نے جلسہ کی صدارت کی۔ آپ جماعت احمدیہ گیانا کے نیشنل پریذیڈینٹ بھی ہیں۔ تلاوت قرآن کریم اور نظم کے بعد اس جلسہ کی پہلی تقریر مکرم آفتاب الدین احمد ناصر صاحب نے بعنوان ''THE ADVENT OF THE PROMISSED MESSIAH'' کی۔ آپ نے تمام بڑے بڑے مذاہب کی مقدّس کتب کے حوالہ جات سے اور موجودہ حالات کو مدّنظر رکھتے ہوئے احسن رنگ میں حضرت مسیح موعودؑ کی آمد اور سچائی کو ثابت کیا۔

مکرم مولانا انعام الحق کوثر صاحب نے پُر مغز خطاب کیا جس میں نمایاں طور پر اسلام کی حقیقت اور عالمِ اسلام میں جماعتہائے احمدیہ عالمگیر کی حیثیت، تیز رفتاری کے ساتھ ترقیات اور خصوصاً ''محبت سب کے لئے نفرت کسی سے نہیں'' کے تحت تمام اقوام و ممالک میں جماعت کی دن بدن ترقیات کا ذکر کیا اور ساتھ اس بات کی وضاحت کی کہ جماعت کی تمام تر ترقیات محض خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے اور ''خلافت'' کی بابرکت اور پُر حکمت رہنمائی اور سربراہی کی وجہ سے ہیں۔ آپ نے اس بات پر خوشی کا اظہار فرمایا کہ اس ملک میں مساجد، گرجے اور مندر موجود ہیں اور تمام لوگ پیار و محبت سے رہ رہے ہیں جو اس ملک کی ایک اعلیٰ خوبی ہے۔

اس کے بعد مکرم مولانا الحسن بشیر صاحب آنن مبلغ انچارج احمدیہ مسلم جماعت گیانا نے خطاب بعنوان ''RELIGIOUS TOLERANCE'' کیا جس میں اسلام اور جماعت احمدیہ کی قوتِ برداشت کی اعلیٰ تعلیم پیش کی۔

ضلع بربیس کے واقفین نو اور دیگر بچوں نے نظم ''دیں کی نصرت کے لئے اک آسماں پر شور ہے'' کے چند اشعار پڑھے اور ترجمہ عزیزہ نصرت جہاں خان وقفِ نو نے انگریزی میں پیش کیا۔

گیانا کے صدر مملکت ہمارے جلسہ میں بذاتِ خود حاضر نہ ہو سکے تھے کیونکہ ضلع بربیس میں جو کہ جارج ٹاؤن سے ۱۲۰ کلومیٹر ہے اسی دن اسی وقت حکومتی سطح پر TOURISM سلسلہ میں ان کا اہم ترین پروگرام منعقد ہو رہا تھا جس میں صدر مملکت کی حاضری لازمی تھی۔ چنانچہ ہمارے جلسہ سالانہ میں خصوصی ہیلی کاپٹر کے ذریعہ ان کے خصوصی نمائندہ منظور نادر صاحب وزیر Tourism& Trade تشریف لائے جنہوں نے احسن رنگ میں جماعت احمدیہ عالمگیر اور خصوصاً جماعت احمدیہ گیانا کے کاموں کی تعریف کی۔

Hon. Mr Doodnauth Singh Attorney General& Minister of Legal Affairs نے بھی اس موقعہ پر جماعت کے ماٹو ''Love for All Hatred for None'' کی خوب تعریف کی اور کہا کہ اگر تمام مسلمان اس کو اپنائیں تو دنیا میں امن ہی امن رہے گا۔

اسی طرح Mr Winston Murray MP,Opposition Party, کی طرف سے خصوصی نمائندہ کے طور پر حاضر ہوئے اور اپنی پارٹی کی طرف سے خصوصی پیغام پیش کیا۔ علاوہ ازیں ڈپٹی کمشنر آف گیانا پولیس فورسز مکرم سلطان قاسم صاحب، مکرم عمر احمد گادسگو Assistant Police Commissioner جو خود جماعت احمدیہ کے ممبر ہیں موجود تھے۔ اسی طرح Mrs. Raymond Rahman سابقہ MP اور ان کے شوہر مکرم حاجی روشن خان صاحب صدر گیانا اسلامک فورم، انڈین ہائی کمیشن کے فرسٹ سیکرٹری Mr Patdial ,National Historian, Mr Hamilton Green, His Lordship جو کہ جارج ٹاؤن شہر کے میئر ہیں اور سابق وزیر اعظم بھی تھے۔ اور Rev. Ma Gerralle, from the international Federation for world peace and Representative of Rev Moon Sung of Korea جیسی اہم شخصیات نے اس بابرکت جلسہ سالانہ میں شمولیت کی۔

جلسہ میں حاضر ہونے والی اہم شخصیات کے اہم پیغامات

مکرم و محترم منظور نادر صاحب Minister of Trade &Tourism جو کہ صدر مملکت کے خصوصی نمائندہ تھے انہوں نے اس موقع پر فرمایا:۔

''احمدیت نے اس بات کا اعلان کیا ہے کہ دنیا میں ہر فردِ واحد کو اسلامی تعلیم کی رو سے مکمل مذہبی آزادی حاصل ہے۔ نیز یہ بھی جماعت کا ایمان ہے کہ امن و امان کے حصول کے لئے اگر ''محبت سب کے لئے نفرت کسی سے نہیں'' کے اصول کو اپنائیں تو امن قائم ہو سکتا ہے۔ اور اس بات کا بھی اعلان کیا ہے کہ اسلام میں مکمل مذہبی اور انسانی Tolerance ہونا چاہئے۔ یہی حکومت گیانا کا موقف ہے۔ انہوں نے کہا کہ اگرچہ صدر مملکت H.E:President Bharat Jagdeo بذاتِ خود بعض مجبوریوں کی وجہ سے حاضر نہ ہو سکے لیکن ان کا خصوصی پیغام یہی ہے کہ خدا تعالیٰ ہر لحاظ سے جماعت احمدیہ کے جلسہ سالانہ کو کامیاب و کامران کرے۔

Mr. Doodnauth Singh , Attorney General and Minister of Legal Affairs نے مکرم الحسن بشیر آنن صاحب مبلغ انچارج احمدیہ مسلم جماعت گیانا کی تقریر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ مولانا موصوف نے اپنی تقریر میں فرمایا تھا کہ ''دنیا میں عوام النّاس کو مذہبی آزادی اور ایک دوسرے کے لئے اعلیٰ رنگ میں قوتِ برداشت ہونی چاہئے، یہی موقف گیانا کی حکومت کا بھی ہے۔ اگر دنیا بھر کے مسلمان یہ موقف اپنائیں تو ساری دنیا میں امن قائم ہوگا۔''

انڈین ہائی کمشن کے فرسٹ سیکریٹری نے اس موقعہ پر اپنے خطاب میں فرمایا کہ: ''مجھے اس بات کا فخر حاصل ہے کہ جماعت احمدیہ عالمگیر ''قادیان'' انڈیا سے شروع ہوئی تھی اور اب ساری دنیا میں پھیل گئی ہے جو اس بات کی دلیل ہے کہ یہ جماعت انسانی بھلائی کے لئے جدّ و جہد کرتی ہے۔

مکرم حاجی روشن خان صاحب صدر گیانا اسلامک فورم نے اپنے خطاب میں فرمایا کہ:۔

حضرت مسیح موعودؑ مرزا غلام احمد قادیانی نے جو پیاری جماعت قائم کی ہے اب ساری دنیا میں پھیل گئی ہے اور جب خود حاجی صاحب موصوف ''قادیان دارالامان'' تشریف لے گئے تھے تو وہاں کے احباب نے بہت پیار و محبت کا سلوک کیا تھا۔ انہوں نے کہا کہ گیانا میں بھی ہو بہو جماعت احمدیہ پیار و محبت کا پیغام دے رہی ہے اور دیگر مسلمانوں اور غیر مسلمانوں میں یہی پیار و محبت کے تعلقات و روابط رہیں تو امن و امان قائم ہو گا۔ نیز یہ بھی کہا کہ بعض مسلمان احمدیوں کو غیر مسلمان قرار دیتے ہیں لیکن میں ان لوگوں سے متفق نہیں ہوں۔

His Lordship :Mr Hamilton Green, Mayor of the city of Georgetown and previous Prime Minister نے کہا کہ وہ اسلام جو احمدیت پیش کر رہی ہے اس کے ذریعے سے تمام لوگ اکٹھے ہو سکتے ہیں۔ اور جو احمدیت کا عالمگیر پیغام ہے Love For All Hatred For None اگر عوام النّاس اس کو اپنائیں تو ملک بھر میں امن و امان ہوگا اور اسلام کی صحیح تعلیم رائج ہوگی۔

جلسہ کے اختتام پر مکرم مولانا انعام الحق کوثر صاحب نے اجتماعی دُعا کرائی۔ اس کے بعد مکرم منظور نادر صاحب صدر مملکت کے خصوصی نمائندہ نے نمائش کا افتتاح کیا۔ نمائش میں قرآن کریم کے مختلف زبانوں میں تراجم، کتب حضرت مسیح موعودؑ، جماعت کا لٹریچر مختلف زبانوں میں، شہدائے راہ مولیٰ کی تصاویر کے ساتھ حضرت مسیح موعودؑ اور خلفاء کرام کی تصاویر اور گیانا میں فری میڈیکل کیمپ، جو ڈاکٹر عمر Issacs کی نگرانی میں جماعت نے اس ملک کے دیہات میں جہاں پر ادویات اور طبی امداد کا ملنا مشکل ہے قائم کئے تھے۔ ان کی تصاویر، اسی طرح مختلف جلسوں اور اجتماعات کی تصاویر بھی اس نمائش میں شامل تھیں۔ اس جلسہ کی جھلکیاں NCN ٹی وی پر خبروں میں اگلے دن نشر کی گئیں۔ جلسہ کے تمام حاضر ہونے والے دوستوں کے لئے دوپہر کے کھانے کا انتظام کیا گیا تھا۔

❁❁❁❁❁❁❁

الفضل ڈائجسٹ

(مرتبہ : محمود احمد ملک)

اس کالم میں ان اخبارات و رسائل سے اہم ودلچسپ مضامین کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے جو دنیا کے کسی بھی حصہ میں جماعت احمدیہ یا ذیلی تنظیموں کے زیرانتظام شائع کئے جاتے ہیں۔ خط و کتابت کیلئے ہمارا پتہ حسب ذیل ہے۔ براہ کرم خطوط میں اپنے مکمل پتہ کے علاوہ فون نمبر بھی ضرور تحریر فرمائیں:

AL-FAZL DIGEST, 22 DEER PARK ROAD, LONDON SW19 3TL U.K.

"الفضل ڈائجسٹ" کی ویب سائٹ کا پتہ یہ ہے:-

http://www.alislam.org/alfazal/d/

حضرت مسیح موعودؑ کی پاکیزہ نمازیں

روزنامہ "الفضل" ربوہ 17، 18، 20 اور 24 مارچ 2004ء میں مکرم عبدالسمیع خان صاحب کا ایک مضمون شامل اشاعت ہے جس میں حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی خشوع و خضوع سے بھرپور نمازوں کا نقشہ کھینچنے کی کوشش کی گئی ہے۔

حضرت میر محمد اسماعیل صاحبؓ بیان کرتے ہیں کہ حضرت مسیح موعودؑ ارکان دین میں سب سے زیادہ زور نماز پر دیتے کہ نمازیں سنوار کر پڑھا کرو۔

چنانچہ حضورؑ نے پہلے خود اس معیار کو عمدگی اور بلندی سے حاصل کیا۔ آپؑ کی ابتدائی زندگی پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی دلچسپیوں کا واحد محور اور مرکز نماز تھا۔ مسجد سے آپؑ کو فطری لگاؤ تھا اور زندگی اُس حدیث کے مطابق تھی کہ قیامت کے دن سات آدمی سایۂ رحمت الٰہی کے نیچے ہوں گے ان میں سے ایک وہ ہوگا جس کا دل خانہ خدا سے اٹکا رہتا ہے۔ جب آپ کی عمر نہایت چھوٹی تھی تو اس وقت آپ اپنی ہم سن لڑکی سے (جو بعد کو آپ سے بیاہی گئی) فرمایا کرتے تھے کہ دعا کر کہ خدا میرے نماز نصیب کرے۔

حضرت مسیح موعودؑ ایک مقام پر فرماتے ہیں کہ اوائل ہی سے مسجد میرا مکان، صالحین میرے بھائی، یاد الٰہی میری دولت ہے اور مخلوق خدا میرا عیال اور خاندان ہے۔

جب کوئی بڑا افسر یا رئیس حضورؑ کے والد مرزا غلام مرتضٰی صاحب سے ملنے کے لئے آتا تھا تو پوچھتا کہ آپ کے بڑے لڑکے کے ساتھ تو ملاقات ہوتی رہتی ہے۔ لیکن آپ کے چھوٹے بیٹے کو کبھی نہیں دیکھا۔ وہ جواب دیتے کہ میرا وہ بیٹا مسیتڑ ہے۔ نہ نوکری کرتا ہے نہ کماتا ہے۔ اور پھر وہ ہنس کر کہتے کہ چلو اسے کسی مسجد میں مقرر کروا دیتا ہوں، دس من دانے تو گھر کھانے کو آجایا کریں گے۔

1876ء کے زمانہ کے متعلق پنڈت دیوی رام کی شہادت ہے کہ آپؑ ہندو اور عیسائی مذاہب کی کتب اور اخبارات کا مطالعہ فرماتے رہتے تھے۔ مسجد کے حجرہ میں رہتے تھے۔

پچیس تیس سال کی عمر میں آپؑ پانچ وقت نماز اور روزہ کے عادی تھے۔ اس دَور میں حافظ معین الدین کے خرچ کے اس لئے متکفل ہوگئے کہ انہیں اپنے ساتھ رکھ کر نماز باجماعت ادا کر لیا کریں گے۔ حافظ صاحبؓ چودہ پندرہ برس کے تھے اور نہایت سقیم حالت میں تھے۔ حضرت مسیح موعودؑ اُن کو اپنے ساتھ لے گئے، کھانا کھلایا اور پھر کہا کہ حافظ تو میرے پاس رہا کر۔ حافظ صاحب کے لئے یہ دعوت غیر متوقع تھی۔ وہ بڑی شکر گزاری سے آپؑ کی خدمت میں رہنے کیلئے آمادہ ہوگئے اور اس نے کہا کہ مرزا جی! مجھ سے کوئی کام تو ہو نہیں سکے گا۔ آپؑ نے فرمایا کہ حافظ! کام تم نے کیا کرنا ہے۔ اکٹھے نماز پڑھ لیا کریں گے اور تُو قرآن شریف یاد کیا کر۔

حضورؑ کی سیر و تفریح بھی مسجد سے وابستہ تھی۔ عموماً مسجد میں ہی ٹہلتے رہتے۔

مرزا دین محمد صاحب آف لنگر وال کی چشمدید شہادت ہے کہ قریباً 1872ء میں مَیں حضرت مرزا غلام مرتضٰی صاحب کے گھر بوجہ رشتہ داری آتا جاتا تھا۔ مگر آپؑ کی گوشہ نشینی کی وجہ سے میں یہی سمجھتا تھا کہ اُن کا ایک ہی لڑکا غلام قادر ہے۔ مگر مسجد میں مَیں حضورؑ کو بھی دیکھتا تھا۔ پھر مجھے آپ سے انس ہو گیا اور آپ کے پاس آنے لگا۔ آپ مسجد میں فرض نماز ادا کرتے، سنتیں اور نوافل مکان پر ہی ادا کرتے تھے عشاء کی نماز کے بعد سو جاتے اور نصف رات کے بعد تہجد نفل ادا کرتے۔ اس کے بعد مٹی کا دیا جلاتے اور تلاوت فجر کی اذان تک کرتے۔ جس چھوٹے سے کمرہ میں آپؑ کی رہائش تھی اس میں ایک چارپائی اور ایک تخت پوش تھا۔ چارپائی تو آپ نے مجھے دی ہوئی تھی اور خود تخت پوش پر سوتے تھے۔ فجر کی اذان کے وقت پانی کے ہلکے ہلکے چھینٹوں سے مجھے جگاتے تھے۔ یہی رسول کریم ﷺ کا طریق تھا۔ نماز فجر کے بعد آپ واپس آکر کچھ عرصہ سو جاتے تھے کیونکہ رات کا اکثر حصہ عبادت الٰہی میں گذرتا تھا۔

حضرت میر ناصر نواب صاحب اپنی اہلیہ کے علاج کی غرض سے 1876 کے اوائل میں قادیان آئے اور حضرت اقدسؑ کے والد سے علاج کراتے رہے۔ 1877ء میں حضرت میر صاحب کی حضرت مسیح موعودؑ سے پہلی ملاقات ہوئی تھی جب آپؑ "براہین احمدیہ" لکھ رہے تھے۔ ابتدائی ملاقات ہی سے دل پر حضرت مسیح موعودؑ کی تقویٰ شعاری، عبادت، ریاضت اور گوشہ گزینی نقش ہو گئی جس کا گھر میں کبھی کبھی اظہار کرتے ہوئے کہا کرتے تھے کہ "مرزا غلام قادر کا چھوٹا بھائی بہت نیک اور متقی ہے"۔ حضرت میر صاحب کو آپؑ کے ساتھ اکثر نماز پڑھنے کا موقع ملتا اور وہ نماز کے بعد حضورؑ سے علمی اور فقہی مسائل پر بھی مذاکرہ کیا کرتے تھے۔

نماز کا بڑا گہرا تعلق ظاہری و باطنی پاکیزگی سے ہے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعودؑ کے معمولات اور عادت میں یہ بات داخل تھی کہ آپ ہمیشہ حتیٰ کہ سفر میں بھی باوضو رہتے۔ ابتداء میں خود ہی اذان دیا کرتے اور خود ہی نماز میں امام ہوا کرتے تھے۔ نمازوں کے اوقات کی پابندی کا آپؑ پورا خیال رکھتے تھے۔ پانچوں وقت کی نماز کے واسطے مسجد میں تشریف لاتے تھے مگر وضو ہمیشہ گھر میں کر کے جاتے تھے۔ حضرت پیر سراج الحق صاحب نعمانی تحریر فرماتے ہیں: میں آپ کی خدمت میں تین مہینے تک رہا۔ اس زمانہ میں حضرت اقدسؑ سخت بیمار تھے اور نماز باجماعت کا اس حالت اور ضعف میں بھی نہایت التزام رکھتے تھے۔

حضرت مسیح موعودؑ کو دعویٰ سے قبل اور بعد میں بھی بارہا مختلف مصالح کیلئے سفر کرنے پڑے مگر ان میں بھی آپ نماز کا بھرپور اہتمام کرتے۔ آپؑ کے ملازم غفار کا کام اتنا ہی تھا کہ جب آپ مقدمات کے لئے سفر کرتے تو وہ ساتھ ہوتا اور لوٹا اور مصلّی اس کے پاس ہوتا۔ ان دنوں آپ کا معمول یہ تھا کہ رات کو بہت کم سوتے، اکثر حصہ جاگتے اور رات بھر نہایت رقت آمیز لہجہ میں گنگناتے رہتے۔

ایک دفعہ ایک مقدمہ میں جب کہ حضورؑ کمرہ عدالت میں بہ سبب سماعت تشریف فرما تھے تو نماز ظہر کا وقت گزر گیا اور نماز عصر کا وقت بھی تنگ ہو گیا۔ تب حضور نے عدالت سے نماز پڑھنے کی اجازت چاہی اور باہر برآمدہ میں اکیلے ہی ہر دو نمازیں جمع کر کے پڑھیں۔

حضورؑ کو مقدمات کیلئے کئی سفر کرنے پڑے مگر مقدمات خواہ کتنے پیچیدہ، اہم اور آپؑ کی ذات یا خاندان کیلئے دُوررس نتائج کے حامل ہوتے آپ نماز کی ادائیگی کو ہر صورت میں مقدم رکھتے تھے۔ چنانچہ آپؑ نے ان مقدمات کے دوران میں کبھی کوئی نماز قضاء نہیں ہونے دی۔ بسااوقات آپ خدا تعالیٰ کے حضور کھڑے عجز و نیاز کر رہے ہوتے اور مقدمہ میں طلبی ہو جاتی مگر آپ کے استغراق، توکل علی اللہ اور حضور قلب کا یہ عالم تھا کہ جب تک مولائے حقیقی کے آستانہ پر جی بھر کر الحاح وزاری نہ کر لیتے اس کے دربار سے واپسی کا خیال تک نہ لاتے۔ چنانچہ خود فرماتے ہیں: "میں بٹالہ ایک مقدمہ کی پیروی کیلئے گیا۔ نماز کا وقت ہو گیا اور میں نماز پڑھنے لگا۔ چپڑاسی نے آواز دی مگر میں نماز میں تھا۔ فریق ثانی نے یک طرفہ کارروائی سے فائدہ اٹھانا چاہا مگر عدالت نے پرواہ نہ کی اور مقدمہ اس کے خلاف کر دیا۔ میں جب نماز سے فارغ ہوا تو مجھے خیال تھا کہ شاید حاکم نے قانونی طور پر میری غیر حاضری کو دیکھا ہو۔ مگر جب میں حاضر ہوا اور میں نے کہا کہ میں تو نماز پڑھ رہا تھا تو اس نے کہا میں تو آپ کو ڈگری دے چکا ہوں۔"

سر جیمز ولسن فنانشل کمشنر پنجاب ایک روزہ دورہ پر 21 مارچ 1908ء کو قادیان آئے۔ ان کے ہمراہ ڈپٹی کمشنر ضلع گورداسپور اور دیگر اعلیٰ افسران بھی تھے۔ اثنائے گفتگو میں فنانشل کمشنر صاحب نے حضرت مسیح موعودؑ سے ملاقات کیلئے خواہش کا اظہار کیا تو حضورؑ اپنے بعض خدام کے ساتھ شام کو اُن سے ملنے تشریف لے گئے۔ فنانشل کمشنر صاحب نہایت اخلاق واکرام سے احتراماً آگے آئے اور اپنے خیمہ کے دروازہ پر حضورؑ کا استقبال کیا۔ حضرت اقدسؑ نے پونے تین گھنٹہ تک دین اسلام کی خوبیوں اور اپنے سلسلہ کے اغراض و مقاصد پر گفتگو فرمائی اور آخر میں فرمایا کہ آپ دنیاوی حاکم ہیں خدا نے ہمیں دین کیلئے روحانی حاکم بنایا ہے۔ جس طرح آپ کے وقت کاموں کے مقرر ہیں اسی طرح ہمارے بھی کام مقرر ہیں اب ہماری نماز کا وقت ہو گیا ہے۔ چنانچہ حضورؑ کھڑے ہو گئے تو فنانشل کمشنر بھی کھڑے ہو گئے اور خیمہ تک باہر آئے اور ٹوپی اتار کر سلام کیا۔

اکثر حضورؑ نے دوسروں کو نماز پڑھانے کا ارشاد فرمایا لیکن کبھی کبھار خود بھی نماز پڑھائی۔ حضورؑ کی آواز میں بہت درد ہوتا تھا کہ لوگوں کی چیخیں نکل جاتیں۔ جو نماز آپ لوگوں کے سامنے پڑھتے تھے اس کو چنداں لمبا نہ کرتے تھے۔ البتہ نماز جنازہ ہمیشہ خود پڑھاتے اور بہت لمبی کرتے۔

حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ بیان فرماتے ہیں کہ حضرت مسیح موعودؑ لوگوں پر اپنے جذبات کو کبھی ظاہر نہ ہونے دیتے تھے۔ میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ آپ نماز باجماعت میں یا لوگوں کے سامنے کسی نماز میں اپنے خشوع و خضوع کو اس حد تک ظاہر کریں کہ آپ کے آنسو ٹپکنے لگیں یا آپ گریہ کی آواز سنائی دے۔ حضرت مسیح موعودؑ نماز میں جلدی نہ کرتے تھے بلکہ سکون کے ساتھ آہستگی سے رکوع اور سجدے میں جاتے اور آہستگی کے ساتھ اٹھتے تھے۔ وفات سے دو تین سال قبل جب کہ حضورؑ نماز مغرب و عشاء کے واسطے باہر مسجد میں تشریف نہ لا سکتے، گھر کے اندر عورتوں اور اولاد کو جمع کر کے نماز پڑھاتے اور مغرب و عشاء جمع کی جاتی۔

نماز تہجد کے واسطے آپؑ بہت پابندی سے اٹھا کرتے۔ فرمایا کرتے کہ تہجد کے معنے ہیں: سو کر اٹھنا، جب ایک دفعہ آدمی سو جائے اور پھر نماز کے واسطے اٹھے تو وہی اس کا وقت تہجد ہے۔ عموماً آپ تہجد کے بعد سوتے نہ تھے۔ صبح کی نماز تک برابر جاگتے رہتے۔

(باقی آئندہ شمارہ میں جاری ہے)

رسالہ "المصلح" کراچی یکم تا ۳۱ اگست ۲۰۰۴ء میں شائع ہونے والی مکرم رشید قیصرانی صاحب کی ایک غزل سے انتخاب ہدیۂ قارئین ہے:

ہم نے بادل، کبھی سایہ، کبھی دریا لکھا
غم کے صحرا میں تجھے جانئے کیا کیا لکھا
تُو تو سب کا ہے، سبھی چاہنے والے تیرے
پھر بھی مَیں نے تجھے فقط اپنا لکھا
دن کو لکھا ہے تیرا حسن تیرا فیض جمال
شب کو بھی تیری محبت کا خزینہ لکھا
پھر بھی مجرم کہ محیط دل و جاں تجھ کو کہا
جرم اتنا تجھے دنیا۔ تجھے عقبیٰ لکھا

Al Fazl International Weekly, London

16 GRESSENHALL ROAD, LONDON SW18 5QL (U.K.)

ISSN: 1352 9587
Tel: (020) 8544 7603
Fax: (020) 8544 7611
Email:alfazlint@alislam.org

Vol. 12 Friday , March 25, 2005 Issue No. 12

حاصل مطالعہ

دوست محمد شاہد۔ مؤرخ احمدیت

1974ء کی اسلامی سربراہی کانفرنس میں لبنان کے لاٹ پادری

پاکستانی مفکر جناب سیّد عاصم محمود صاحب نے انکشاف کیا ہے کہ ''دوسری اسلامی سربراہی کانفرنس 22 فروری تا 24 فروری 1974ء کو لاہور میں منعقد ہوئی۔ کانفرنس میں اسلامی ممالک کے بادشاہوں، صدور، وزرائے اعظم اور ان کے نمائندوں نے شرکت کی۔ ان کے علاوہ، عرب لیگ کے سیکرٹری جنرل، موتمر عالم اسلامی کے وفد، رابطہ عالم اسلامی کے سیکرٹری جنرل اور لبنان کے لاٹ پادری نے بھی خصوصی دعوت پر اس میں شمولیت کی۔''

(ندائے خلافت 29/اکتوبر 2003ء صفحہ 9)

❁❁❁❁❁

حقیقی اسلام سے کھلی بغاوت

قرآن مجید حقیقی اسلام کا دوسرا نام ہے جو ربّ العرش کا مستند، یقینی اور ابدی قانون سماوی ہے۔ قرآن مجید نے سورہ فرقان میں قرآن کی اشاعت کو ''جہاد کبیر'' قرار دیا۔ علاوہ ازیں تزکیۂ نفس اور راہ خدا میں اموال ونفوس پیش کرنے کو جہاد کہا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے سلطان جابر کے سامنے کلمہ حق بلند کرنے کو افضل جہاد سے تعبیر فرمایا ہے۔

(مشکوٰۃ کتاب الامارۃ و القضاء)

ایک بار مجاہد اعظم نبیوں کے شہنشاہ ﷺ ایک غزوہ سے فارغ ہو کر مدینہ میں رونق افروز ہوئے اور فرمایا ''رَجَعْنَا مِنَ الْجِهَادِ الْاَصْغَرِ اِلَی الْجِهَادِ الْاَکْبَرِ۔

(رد المختار علی الدرر المختار جلد 3 صفحہ 235)

ہم جہاد اصغر سے جہاد اکبر یعنی اشاعت اسلام اور مجاہدہ نفس کی طرف واپس آ گئے ہیں۔

مولانا رومیؒ فرماتے ہیں

قد رجعنا من جهاد الاصغر یم
یا نبی اندر جهاد اکبریم

(مثنوی دفتر اوّل صفحہ 38)

قرآن وحدیث کی ان تعلیمات سے روگردانی بلکہ بغاوت کرتے ہوئے ''خدام الاسلام'' کے مرکزی امیر محمد مسعود اظہر نے مرکز یرموک پتوکی کے ایک اجتماع میں کہا ہے ''جہاد اصغر اور جہاد اکبر کی اصطلاح اسلام دشمنوں کی اختراع ہے۔''

❁❁❁❁❁

ذکر وعظ فروشوں اور نعت فروشوں کا

انگلستان میں رضاء اکیڈیمی کے زیر انتظام چھپنے والے رسالہ 'دی اسلامک ٹائمز' (نومبر 1995ء) کا اداریہ:۔

''موجودہ دور میں انسان، ضروریات زندگی کا غلام بن کر رہ گیا ہے۔ زر پرستی اور حصول زر کے طوفانوں نے ہر ایک کو اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے۔ اس زر پرستی کی دوڑ سے ہمارے بعض علماء کرام اور واعظان خوش بیان بھی متأثر ہوئے ہیں اور وہ اسلامی تبلیغ کے ارفع مقام کو کھو کر ضروریات زندگی کے حصول کی دوڑ میں شریک ہو گئے ہیں۔ ان واعظوں میں ''وعظ فروشوں'' کا ایک ایسا طبقہ پیدا ہو گیا ہے جو اپنی تقریروں اور وعظوں پر سودے بازی کیے بغیر قوم کو خطاب کرنے سے انکار کر دیتا ہے۔ ''وعظ فروشوں'' کا یہ طبقہ دین کے نام پر تبلیغ کرتا ہے اور تبلیغ کے نام پر وعظ فروشی کرتا ہے۔

اسلام تو کیا، یہ لوگ اپنے رسول کے نام پر بھی وہ قیمت وصول کرتے ہیں جس سے روح کانپ اٹھتی ہے۔ یہ درست ہے کہ ان ''وعظ فروشوں'' کی زمینیں نہیں، کارخانے نہیں، دکانیں نہیں، اہل وعیال کی ضروریات کو پورا کرنے کے مالی ذرائع نہیں۔ قومی سطح پر ان معاملات کا مداوا ہونا چاہئے مگر ان دنیاوی محرومیوں کی قیمت جس انداز میں یہ حضرات وصول کر رہے ہیں، وہ انہی کا ہی دل گردہ ہے۔ ان ''وعظ فروشوں'' میں بعض ایسے محروم مطالعہ حضرات بھی ہیں جو بیس سال کی رٹی ہوئی چند تقریروں کو سٹیج پر سناتے ہیں، داد پاتے ہیں، نعرے لگواتے ہیں اور سامعین کو گرماتے اور تڑپاتے ہیں۔ اگر انہیں کسی مجمع میں نئے موضوع پر تقریر کرنی پڑ جائے تو یہ پٹڑی سے اتر جاتے ہیں اور ان کے زور خطابت سے سامعین کو کچھ ہاتھ نہیں آتا۔

آج کے وعظ فروشوں کا ایک ایسا طبقہ بھی پیدا ہو گیا ہے جس نے عام حالات میں سفر کرنے کی بجائے اپنی ''کاریں'' رکھ لی ہیں اور ''دین کی خدمت'' کے لئے جہاں جاتے ہیں ''پٹواری کے گھوڑے'' کی طرح کار کی ٹینکی پٹرول سے بھرواتے ہیں۔ تقاضا کر کے مرغن اور اعلیٰ کھانے کھاتے ہیں۔ اپنا محنتانہ لیتے ہیں اور رات کے اندھیروں میں واپس آ کر گھر ''آرام'' کرتے ہیں۔ یہ لوگ رات کے اندھیروں میں اپنا کام تمام کر کے صبح کی روشنی پھوٹنے سے پہلے ہی واپس آ جاتے ہیں اور رات والے سامعین کو اپنا ''چہرہ درخشاں'' دکھانا بھی گوارا نہیں کرتے۔ ان مقامی وعظ فروشوں کے علاوہ ایک ایسا طبقہ نمودار ہوا ہے جو سال میں چار ماہ برطانیہ، ہالینڈ اور امریکہ جیسے مغربی ممالک میں چلا جاتا ہے اور وہاں ''وعظ فروشی'' کرنے کے بعد عمرہ کر کے جب پاکستان آتے ہیں تو ہم ان کا استقبال کرتے ہیں اور محبت سے گاتے ہیں ؎

میرے زائران حرم آ رہے ہیں
مدینہ سے ان کے قدم آ رہے ہیں

یہ لوگ مغربی ممالک کے علاوہ کسی دوسرے ملک میں تبلیغ کرنے نہیں جاتے۔ ہم نے کسی واعظ کو نیپال، چین، بنگلہ دیش یا کوریا جاتے نہیں دیکھا۔ حالانکہ کفر تو ان ملکوں میں بھی ہے۔ اور اسلام کی روشنیوں کی ان تاریک گوشوں کو بھی ضرورت ہے۔

وعظ فروشوں کے طبقے کے ساتھ ساتھ ہمارے نعت خوانان رسول کا ایک ایسا طبقہ ابھرا ہے جو مجالس نعت میں اپنے آپ کو حضرت حسان بن ثابت اور کعب بن زہیر کا جانشین قرار دیتا ہے۔ وہ کسی ایسی مجلس وعظ میں نعت پڑھنے سے اکثر گریز کرتے ہیں، جہاں کوئی عالم دین کھڑا ہو۔ وہ مجلس وعظ میں علمائے کرام کی لمبی لمبی تقریروں سے گھبراتے ہیں۔ انہیں خدشہ ہوتا ہے کہ ایسی مجالس میں انہیں بہت کم وقت دیا جائے گا۔ اور وہ سامعین سے ''انعامات'' وصول نہیں کر پائیں گے۔ اب ان نعت خوانوں کی علیحدہ علیحدہ ٹولیاں بن گئی ہیں اور وہ دنیا داروں کو ''مجالس نعت'' منعقد کرنے کی ترغیب دے کر ساری ساری رات بلا شرکت غیرے نعت سناتے جاتے ہیں اور لوگوں سے ''ویلیں'' وصول کرتے جاتے ہیں۔ ان نعت خوانوں کے علیحدہ علیحدہ طبقے بڑے خوبصورت ناموں کے ساتھ شہر بہ شہر، قریہ بہ قریہ سفر کرتے ہیں اور ہر محفل میں چالیس سال سے ایک ہی نعت سناتے چلے جاتے ہیں۔ یہ نہ تو کوئی دوسری نعت پڑھ سکتے ہیں اور نہ یاد کرنے کی زحمت گوارا کرتے ہیں۔ انہیں اس بات کا علم نہیں ہے کہ نبی کریم صاحبِ کوثر و تسنیم کے خیابان نعت میں تو آئے دن لاکھوں پھول کھلتے رہتے ہیں کبھی کسی تازہ پھول کی رنگت بھی اپنی زبان پر لے آئیں تو مجلس نعت مہک مہک جائے۔ ان پاکیزہ محافل میں نوٹ تقسیم کرنے کے بڑے عجیب انداز ایجاد ہو گئے ہیں۔ جنہیں اگر بیان کیا جائے تو ''عندلیبان ریاض نعت خواناں'' چہکنا چھوڑ دیں۔ ان نعت خوانوں کی ''نیم وا نگاہیں'' اپنے سامعین کی جیب اور ہاتھوں پر ہوتی ہیں۔ ادھر ہاتھ ہلا، ادھر نعت خوان نے نعت کے ایک شعر کا اضافہ کر دیا۔ ہم ایسے نعت خوانوں کو تو ہدیہ تحسین پیش کیے بغیر نہیں رہ سکتے، مگر ہم ایسی مجالس کے ان ''اہل ذوق ومحبت'' حضرات کو بھی داد دیں گے، جو سٹیٹ بینک آف پاکستان سے ایک ایک روپے کے نئے نوٹ لا کر نچھاور کرتے نہیں تھکتے۔

ان ''وعظ فروشوں'' اور ''نعت فروشوں'' کے ساتھ ساتھ ہمارے پیران طریقت کا ایک ایسا روحانی طبقہ پیدا ہو گیا ہے، جو ''مجددی'' ہو کر اپنے پیروکاروں کو ''ذکر بالجہر'' پر لگائے پھرتا ہے۔ یہ پیران طریقت اگرچہ حضرت مجدد الف ثانی کے سلسلہ عالیہ سے منسلک ہیں مگر پرشور اذکار سے در و دیوار ہلاتے چلے جاتے ہیں۔ ''سلسلہ چشتیہ'' کے بزرگان طریقت اب ''ذکر بالجہر'' کی حدود کو توڑ کر سہروردیوں سے رقص و وجد کی کیفیتیں سمیٹ کر اپنی محافل میں رنگ پیدا کرتے ہیں۔ حضرت غوث الاعظم سیّدنا شیخ عبدالقادر جیلانی کے نام لیوا ''قادریوں'' کو دھمالیں ڈالتے دیکھا گیا ہے۔

ہماری دینی مجالس کی ان ناپسندیدہ روایات کو اب کوئی روکنے والا نہیں رہا۔ ان شاہسواران روایات کو کوئی ٹوکنے والا نہیں۔ ان ''عاشقان رسول'' کو کوئی پوچھنے والا نہیں۔ ان ''راہ روانِ طریقت'' کو کوئی سمجھانے والا نہیں رہا۔ یہ سب کچھ ہماری آنکھوں کے سامنے ہوتا ہے، ہمارے جلسوں میں ہوتا ہے، ہماری روحانی محفلوں میں ہوتا ہے، ہماری مجالس نعت خوانی میں ہوتا ہے، خانقاہوں میں ہوتا ہے، ہمارے عرسوں پر ہوتا ہے۔

ہماری دینی زندگی کے یہ وہ زخم ہیں، جن کے لئے کوئی مرہم نہیں۔ یہ وہ بیماریاں ہیں، جن کا کوئی معالج نہیں۔ یہ وہ درد ہیں، جن کی کوئی دوا نہیں۔ یہ وہ ناسور ہیں، جنکا کوئی مسیحا نہیں۔ یہ وہ مکروہات ہیں، جنہیں ہم نے نیکی جان کر اپنا لیا ہے۔''

مَیں اگر سوختہ ساماں ہوں تو یہ روز سیاہ
خود دکھایا ہے مرے گھر کے چراغاں نے مجھے

❁❁❁❁❁

نظام وصیت میں شمولیت کی خصوصی تحریک

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے جلسہ سالانہ برطانیہ 2004ء کے موقع پر اپنے اختتامی خطاب میں وصیت کے آسمانی نظام میں شامل ہونے کی تحریک کرتے ہوئے فرمایا:

''میری یہ خواہش ہے اور مَیں یہ تحریک کرنا چاہتا ہوں کہ اس آسمانی نظام میں اپنی زندگیوں کو پاک کرنے کے لئے، اپنی نسلوں کی زندگیوں کو پاک کرنے کے لئے شامل ہوں، آگے آئیں اور اس ایک سال میں کم از کم پندرہ ہزار نئے وصایا ہو جائیں تا کہ کم از کم پچاس ہزار وصایا تو ایسی ہوں جو ہم کہہ سکیں کہ سو سال میں ہوئیں...... میری یہ خواہش ہے کہ 2008ء میں جو خلافت کو قائم ہوئے انشاء اللہ تعالیٰ سو سال ہو جائیں گے تو دنیا کے ہر ملک میں، ہر جماعت میں جو کمانے والے افراد ہیں جو چندہ دہند ہیں ان میں سے کم از کم پچاس فیصد تو ایسے ہوں جو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے اس عظیم الشان نظام میں شامل ہو چکے ہوں اور روحانیت کو بڑھانے کے اور قربانیوں کے یہ اعلیٰ معیار قائم کرنے والے بن چکے ہوں۔ اور یہ بھی جماعت کی طرف سے اللہ تعالیٰ کے حضور ایک حقیر سا نذرانہ ہو گا جو جماعت خلافت کے سو سال پورے ہونے پر شکرانے کے طور پر اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کر رہی ہو گی''۔